ماھنامہ

ربوہ

نومبر ۱۹۸۵ء

(ایڈیٹر)
عبدالسمیع خان

خُدا کی اٹل تقدیر

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ناممکن ہے کہ آپ پر کوئی فتحیاب ہو سکے۔ آپ کیلئے ضروری ہے کہ اپنے دلوں پر فتحیاب ہوں۔ اپنے کردار پر فتحیاب ہوں۔ اپنی نیتوں پر فتحیاب ہوں۔ اپنے اعمال پر فتحیاب ہوں۔ یہ فتح آپ نے اللہ کی مدد سے کرنی ہے اور پھر ساری دُنیا کو آپ کا مفتوح خدا نے بنانا ہے۔ یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہے جو لکھی جا چکی ہے۔

زمین و آسمان کی حرکتیں بدل سکتی ہیں۔ کائنات ریزہ ریزہ ہو سکتی ہے لیکن اللہ کی تقدیر نہیں بدل سکتی۔ نہیں بدل سکتی۔ نہیں بدل سکتی۔ اِس ایمان کے ساتھ آپ نے زندہ رہنا ہے اِس ایمان کے ساتھ مرنا ہے۔ یہی ہمارا سب سے بڑا قیمتی سرمایہ ہے"!

(خطبہ جمعہ ۴ر مئی ۱۹۸۴ء)
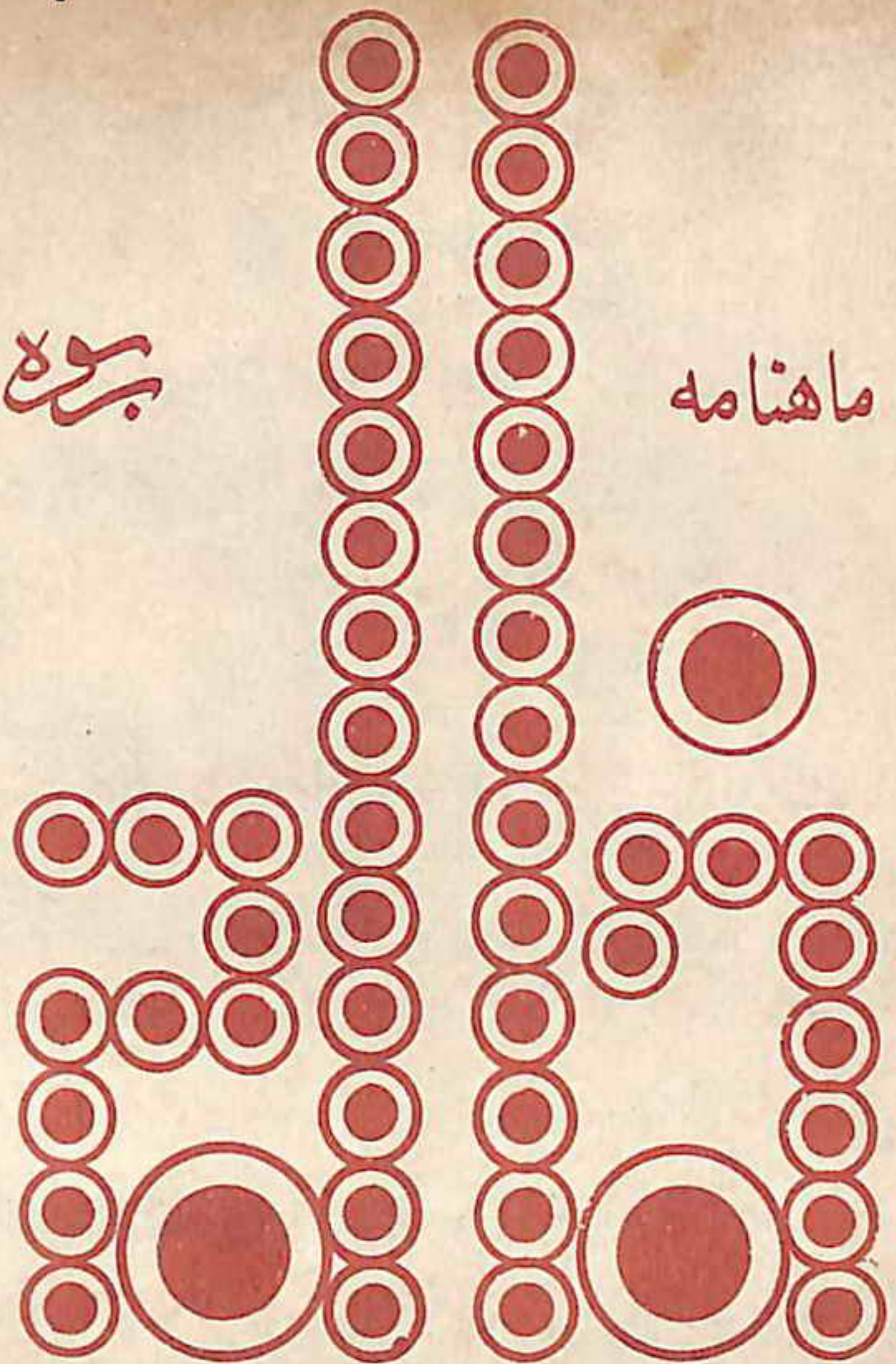
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ خالد ربوہ

جلد ۳۳ شمارہ ۱

رجسٹرڈ نمبر: ایل ۵۸۳۰

نبوت ۱۳۶۴ ہش ؛ نومبر ۱۹۸۵ء

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

نائب ایڈیٹر: محمود احمد شاد

معاونین: عبدالقدیر قمر - عبدالخالق ناصر

قیمت ماہانہ: ۲ روپے ۵۰ پیسے

قیمت سالانہ: ۲۵ روپے

ممالک بیرون: ۱۵۰ روپے

پبلشر: مبارک احمد خالد

پرنٹر: سید عبدالحئی

مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

کتابت: محمود انور خوشنویس

اس شمارہ میں

اس کے علاوہ

اخبار مجالس، منظومات اور بہت کچھ

اداریہ

بلندیوں کی جانب

نومبر سے مجلس خدام الاحمدیہ کا نیا سال شروع ہوتا ہے۔ اس طرح نومبر ۸۵ء سے مجلس خدام الاحمدیہ اپنی زندگی کے ۴۷ سال پورے کر کے ۴۸ ویں سال میں داخل ہوگئی ہے قریباً نصف صدی کے اس عرصہ میں احمدی نوجوانوں نے مسلسل محنت، جدوجہد اور زبردست تنظیم کے ساتھ جس طرح ہر لمحہ اپنی زندگی کا ثبوت دیا ہے وہ غیروں کیلئے رشک اور بسا اوقات حسد کا باعث بھی بنتا رہا ہے۔ یقیناً نوجوان قوم کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اور آج احمدیت بھی اپنے سپوتوں پر فخر کرتی ہے ہر ابتلاء میں احمدی نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر قربانیاں دی ہیں۔ ہر مشکل میں قوم اور وطن کی خدمت کے نئے اور بلند معیار قائم کئے ہیں۔ ان میں وہ بھی تھے جو احمدیت کا پیغام لے کر فقیروں کی طرح گلی گلی پھرتے رہے اور وہ بھی تھے جو اپنے وطن سے نکلے تو رزق کی تلاش میں تھے مگر جہاں پہنچے وہاں صداقت کے بیج بکھیرتے گئے بلکہ بہت سی جگہوں پر اس پودے کو پروان چڑھاتے رہے اور آج اللہ کے فضل سے برصغیر پاک و ہند سے باہر کثیر مقامات پر خدام الاحمدیہ کی مضبوط تنظیمیں قائم ہو چکی ہیں اور اپنے امام کی ہدایات پر بھرپور عمل کر کے دینی و دنیوی لحاظ سے بے شمار فصلوں کی وارث بن رہی ہیں۔ اور امام کی دعائیں ان کیلئے ٹھنڈا اور فرحت بخش سایہ بنی ہوئی ہیں۔

ان میں خصوصیت کے ساتھ مجالس خدام الاحمدیہ انگلستان اور جرمنی قابلِ ذکر ہیں۔ گزشتہ ۱½ سال سے ان نوجوانوں نے جس طرح جان و مال و آبرو امام جماعت کے قدموں میں نچھاور کئے ہیں وہ تاریخ خدام الاحمدیہ کا ایک غیر معمولی روشن اور درخشاں باب ہے۔ وہ پوری کوشش کے ساتھ مرکزی نظام کے رنگ میں رنگین ہو رہے ہیں اور ابھی تو یہ آغاز ہے۔ لاتعداد کامیابیوں اور برکتوں کے چشمے کا پہلا گھونٹ۔

الغرض ہمارا ماضی بھی بہت چمکدار ہے۔ ہمارا حال بھی بڑا تابندہ ہے۔ مگر زندہ قومیں بڑی دور بین نظر کے ساتھ مستقبل کے پردوں کے پیچھے بھی جھانک لیتی ہیں۔ پس یہ سوچنا اور محاسبہ کرنا ہم میں سے ہر ایک کا فریضہ ہے کہ کیا ہمارا ہر قدم بلندی کی جانب اٹھ رہا ہے؟ کیا اپنے اسلاف کی دلی تڑپ پوری شدت کے ساتھ ہمارے دلوں میں موجود ہے؟ کیا ہم آنیوالی نسلوں کیلئے نمونہ بن رہے ہیں؟ ــــــ آئیے ہم کھلے دل سے غور کر کے اپنے عمل سے ان سوالوں کے مثبت جواب دینے کی کوشش کریں نئے سال کے آغاز سے نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اپنی نیکیوں سے اپنی خامیوں کو ڈھانپ لیں۔ اور اپنے مولیٰ کیساتھ زندہ تعلق قائم کر کے ان مقاصد کو پورا کریں جنکی خاطر مجلس خدام الاحمدیہ بلکہ احمدیت کو قائم کیا گیا ہے۔ اور اپنی زندگی کے پچاس سال پورے کرنے پر اپنے رب کے حضور کچھ نئے تحفے پیش کریں۔

تبرکات ـــــ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ

"اب وقت تنگ ہے ۔ میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے ۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے ۔ اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے ۔ زمانہ انقلاب میں ہے ۔ یہ آخری زمانہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے ۔ اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے ۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا ۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں ۔ اس لیے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے ۔ اب اس موقع کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا ۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھودے

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے ۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کیلئے کوشش کرو اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے ۔

عبداللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ اس سے کس طرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں ۔ یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے پیش کیا ہے ۔

ہمیشہ ملتے رہو ۔ یہ دنیا چند روزہ ہے ۔ ایک دن آنا ہے کہ نہ ہم ہوں گے ۔ نہ تم اور نہ کوئی اور ۔ اور یہ سب جنگل ویرانہ ہوگا ۔

(ملفوظات جلد ۶ صہ ۲۶۳)

ایک عہد، ایک عزم، ایک دُعا

حضور کی طرف سے اہلِ سپین کو نئی زندگی عطا کرنے کا تاریخی عہد

آپ بھی اس عہد میں شریک ہوں

حضرت امام جماعت احمدیہ نے ۱۸ اکتوبر ۱۹۸۵ء کو بیت الفضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے اپنے حالیہ دورۂ یورپ کا ذکر فرمایا جو ایک ماہ چار دن پر مشتمل تھا۔ اس دورہ میں حضور نے ۵ نئے مراکز کا افتتاح فرمایا۔ ان میں سے آخری مرکز فرانس کا تھا۔ وہاں بعض سرکاری افسروں کا رویّہ اچھا نہ تھا۔ مگر اس کے جواب میں ہمارا ردّعمل یہ ہے کہ اب ہم وہاں ایک نہیں بلکہ دو مراکز بنائیں گے کیونکہ ہماری سرشت میں ناکامی اور مایوسی نہیں ہے۔

حضور نے دورۂ سپین کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ سپین میں میرا قیام دل پر غم کے گہرے جذبات چھوڑنے والا تھا وہاں کثرت کے ساتھ مسجدوں کو گرجوں میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ وہاں کی فضا میں ماضی کی یادوں کے دردناک سائے ہیں جو زخموں کو چھیڑنے والے ہیں۔ لیکن یہ درد مایوسی پیدا کرنے والا نہیں ارادوں کو انگیخت کرنے والا ہے۔

یہ عہد ہر احمدی کے دل کی آواز ہے

حضور نے فرمایا کہ غرناطہ میں سیر کے دوران مسلمانوں کے ایک قبرستان پر نظر پڑی جو آج تک باقی ہے۔ وہاں دعا کے وقت ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ میرے لیے تو یہ ممکن نہ تھا کہ معلوم کر سکوں کہ ان میں سے کونسے اوّلین دور کے وہ غازی ہیں جنہوں نے یہاں عظیم الشان اسلامی سلطنت کو قائم کیا اور کونسے آخری دَور کے وہ بدقسمت لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے سلطنت دوسروں کے سپرد کی۔ بہرحال مجھے محسوس ہوا کہ اس مٹی میں دونوں قسم کے لوگوں کا خون ملا ہوا ہے۔ فرمایا

"اس وقت میں نے دعا کی کہ اے خدا یہ لوگ تو مٹی ہو گئے ان کے ظاہری بدن تو مٹی ہو گئے مگر انکی روحیں تیرے حضور زندہ ہیں میری آواز براہِ راست تو ان تک نہیں پہنچ سکتی لیکن میری آواز کو تو ان تک پہنچا سکتا ہے۔ اس لیے آج میں ان کو ایک پیغام دیتا ہوں تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نائب کی حیثیت سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کہ اگرچہ تم مر گئے اور زیر زمین جا سوئے لیکن درحقیقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم نہیں بلکہ سارا سپین مر گیا تمہی زندگی کے نشان تھے۔ تم ہی وہ تھے جو اس چمنستان کی زینت تھے اسکی رونق تھے۔ تمہارے دم قدم

سے سپین کی آبادیاں آباد تھیں ۔ تمہاری آوازوں کے ساتھ خدا کی تکبیر یہاں بلند ہوا کرتی تھی ۔ تمہاری پیشانیوں پر وہ نور تھا جو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں کو عطا ہوا کرتا ہے ۔ پس اگرچہ تم آج تہہ خاک جا سوئے ہو اور تمہارے ظاہری وجود کا کوئی نشان بھی باقی نہیں سوائے ان گڑھوں کے جو بے ڈیلوں کی آنکھوں کی طرح بے نور دکھائی دے رہے ہیں ۔ اور بظاہر یہ (دینِ حق) کی موت دکھائی دیتی ہے مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس طرح حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ معرفت کا نکتہ بیان کیا تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں ہوسکتیں آپ کے ماننے والوں پر بھی دو موتیں جمع نہیں ہوسکتیں ۔ ان کے جسم تو مر سکتے ہیں مگر ان کے دین کو نہیں مرنے دیا جائے گا ۔ پس میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ ساری جماعت احمدیہ اس بات کا عہد کر رہی ہے اور اس عہد کو ہمیشہ نبھاتی رہے گی کہ جب تک (دینِ حق) دوبارہ سپین میں اسی شان کے ساتھ زندہ نہ ہو بلکہ اس سے بڑھ کر شان کے ساتھ دوبارہ زندہ نہ ہو جس طرح پہلی بار (دینِ حق) سپین میں زندہ ہوا تھا ۔ ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے ہم مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے ہم مسلسل کوشش کرتے رہیں گے ۔

ہم سپین میں زندگی کا پانی بکھیریں گے

ہم تو اس آقا کے غلام ہیں جس نے بیابان میں یہ عجیب ماجرا دکھایا تھا کہ صدیوں کے مُردوں کو، ہزاروں سال کے مُردوں کو زندہ کر دیا تھا ۔ وہ مُردے الٰہی رنگ پکڑ گئے تھے ۔ آج بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ احیائے موتیٰ کے صدقے آپؐ ہی کے طفیل ہم اس مردہ سپین کو دوبارہ زندہ کریں گے ۔ پس ہمارا انتقام تو وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام تھا اُس عفو کے شہزادے کا انتقام تھا ۔ جو آپؐ پر موت بسانے کی کوشش کرتے تھے آپؐ انہیں زندگی عطا کرتے تھے اے اسلام کے نام پر مارے جانیوالو ! ہم تمہاری خاطر تمہاری ہی طرف سے زندگی کا پانی بکھیریں گے ۔ سارے سپین میں ان مُردوں کو جو بظاہر سطح زمین پر بس رہے ہیں اور درحقیقت وہ قبرستان کا منظر پیش کر رہے ہیں ان کو ہم زندہ کریں گے اور ان میں دوبارہ (دینِ حق) کی روح کو دوڑتا ہوا اور پنپتا ہوا دیکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اور سپین سے انشاء اللہ دوبارہ ساری دنیا کیلئے (دینِ حق) کے (مربی) نکلیں گے اور تمام دنیا میں سپینش (احمدی) دینِ حق کا جھنڈا بلند کرنے کیلئے عظیم الشان قربانیاں دینے لگے گا یہ ہمارا مقصد اور ادّعا ہے اور میں عہد کرتا ہوں کہ اے خدا ہمیں توفیق عطا فرما کہ اس عہد کو پورا کرنے والے ہوں ۔ اس قبرستان کو جو ظاہری مسلمانوں کا قبرستان ہے سارے سپین کیلئے زندگی کا سرچشمہ بنا دینگے آج اس قبرستان نے جو میرے دل کو زخمی کیا ہے اور جو میری روح کو چرکے لگائے ہیں اے خدا اس

سے ایسے خون کی آبشار نکال ایسے خون کے سوتے نکال کہ جو سارے سپین کو تروتازہ کردیں۔ جو (دینِ حق) کا نیا رنگ بھر دیں اور تیری محبت کا نیا رنگ بھر دیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام یہاں پیدا ہوں اور صرف غلام نہیں بلکہ اس شان کے غلام پیدا ہوں جو (دینِ حق) کیلئے ساری دنیا میں قربانیاں دینے لگیں اور مجھے یہ خیال آیا اور میں یہ عہد کرتا ہوں کہ ہم یہ کوشش جاری رکھیں گے اور یہ کوشش کریں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بالآخر تمام دنیا کے ہر خطے میں سپینش (مربی) بھجوائیں گے جو وہاں جاکر (دینِ حق) کی (منادی) کریں گے۔ یہی انتقام تھا جو ہم اس قوم سے لے سکتے تھے اور یہی وہ انتقام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو زیب دیتا ہے اور میں آپ کو اس لیے یہ بتا رہا ہوں کہ جب میں آپ کی طرف سے یہ عہد کر چکا ہوں تو آپ نے اس عہد کو نبھانے میں ہر ممکن میری مدد کرنی ہے اور انشاء اللہ میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ میرے دل کی آواز نہیں بلکہ ہر احمدی کے دل کی آواز تھی اور اگر آپ دعاؤں کے ذریعہ سے اپنے اس عہد کو قائم اور زندہ رکھنے کیلئے خدا تعالیٰ سے التجائیں کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ عہد ہمیشہ زندہ رہے گا اور اس کے عظیم الشان پھل ہمیں بھی عطا ہوتے رہیں گے اور اہلِ دنیا کو بھی عطا ہوتے رہیں گے۔"

عزمِ محمود

ہمارے حال خراب پر گو ہنسی انہیں آج آرہی ہے
مگر کسی دن تمام دنیا کو ساتھ اپنے رلائیں گے ہم

مٹا کے نقش و نگار دیں کو یونہی ہے خوش دشمنِ حقیقت
جو پھر کبھی بھی نہ مٹ سکے گا اب ایسا نقشہ بنائیں گے ہم

خدا نے ہے خضرِ راہ بنایا ہمیں طریق محمدی کا
جو بھولے بھٹکے ہوئے ہیں انکو صنم سے لاکر ملائیں گے ہم

مٹا کے کفر و ضلال و بدعت کریں گے آثارِ دیں کو تازہ
خدا نے چاہا تو کوئی دن میں ظفر کے پرچم اڑائیں گے ہم

تحریکِ جدید کے نئے مالی سال کا اعلان
دفترِ چہارم کا اجراء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۵ اکتوبر کو خطبہ جمعہ میں تحریک جدید کے ۵۲ ویں سال کے آغاز کا اعلان فرمایا۔ حضور نے سورۃ البقرہ کی آیات ۲۷۱ تا ۲۷۳ کی بصیرت افروز تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ان آیات میں جماعت احمدیہ کی تصویر بھی نظر آ رہی ہے اور اس تصویر کو کوئی طاقت جماعت سے چھین نہیں سکتی۔

حضور نے فرمایا کہ تحریک جدید کے پچاسویں سال میں میری خواہش تھی کہ اس کا بجٹ ایک کروڑ تک پہنچ جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وصولی ایک کروڑ تک ہوگئی۔ اگرچہ وعدے کم تھے اور اس سال کے وعدے ۵۷،۰۰۰، ۱،۲۱ کے ہیں۔ جماعت ہائے پاکستان کے وعدے ۴۴ لاکھ ہیں۔ مگر میری خواہش ہے کہ وصولی ۵۰ لاکھ ہو جائے۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ سے یہی توقع ہے۔

حضور نے فرمایا کہ تحریک جدید کا چندہ ایک کروڑ ۲۱ لاکھ سے کچھ زائد ہوگا۔ مگر جماعت کا کل بجٹ ۱۳ کروڑ سے زائد ہو چکا ہے۔ اسطرح تحریک جدید جماعت کے اخراجات کا تیرھواں حصہ پورا کر رہی ہے ابھی تحریک کے فیوض قیامت تک جاری رہیں گے۔ پس اس تحریک کو زندہ رکھنے کے ساتھ اس کے اوّلین قربانی کرنے والوں کے کھاتے بھی زندہ کئے جائیں۔ تازہ اطلاع کے مطابق ایسے ۷۰۰ بند کھاتے دوبارہ جاری کئے جا چکے ہیں۔ اب تحریک جدید کو ہدایت کی گئی ہے کہ ایسے مرحومین کے کھاتے جن کے ورثاء کا علم نہیں انکی فہرستیں بیرونی ممالک میں بھجوائی جائیں۔

حضور نے اولین چندہ دہندگان کی قربانیوں کا ذکر کر کے اس تحریک میں حصہ لینے والے تمام احباب کے لیے دعا کی تحریک فرمائی۔ خطبہ ثانیہ میں حضور نے تحریک جدید کے دفتر چہارم کے آغاز کا اعلان کیا اور فرمایا آج سے جو نیا فرد تحریک جدید میں شریک ہوگا۔ دفتر چہارم میں شامل ہوگا۔

- تحریک جدید کے پہلے واقفِ زندگی کارکن مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے
- اس کے پہلے فنانشل سیکرٹری چوہدری برکت علی صاحب تھے
- اسکے پہلے انچارج مولوی عبدالرحمن صاحب انور مرحوم تھے
- اس کا پہلا بجٹ ۶۱۷۸۲ روپے تھا

لئے پھرتے ہیں ہم درویش دنیا بھر کی تقدیریں

حضرت امام جماعت احمدیہ کی مصروفیات کی مختصر رپورٹ

۱۵ اکتوبر تا ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۵ء

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۸۵ء کو تقریباً ایک ماہ کے لئے یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ خدا تعالیٰ کے بیش بہا فضلوں کے طفیل یہ تاریخ ساز سفر عظیم الشان برکتوں کا حامل اور تاریخ احمدیت میں ایک انقلابی نوعیت کا حامل تھا۔ اس میں حضور نے 5 نئے مشنوں کا افتتاح فرمایا 4 ممالک میں بیوت الذکر کے لئے زمینوں کی خرید کے لئے جائزہ لیا اور اس کے علاوہ مختلف ممالک میں دانشوروں سیاست دانوں، نمائندگانِ حکومت، صحافیوں، شاعروں اور دیگر خواص کو وسیع پیمانہ پر پیغام حق پہنچایا۔ ان کے ساتھ احمدیت کے بارہ میں سوال وجواب ہوئے۔ اسی طرح عوام الناس کے ساتھ بھی مجالس کا انعقاد ہوا نیز یورپ کی جملہ جماعتوں کی مساعی کو مزید تیز تر کرنے کے نئے پروگرام مرتب فرمائے

لندن میں قدوم

مورخہ ۱۵ اکتوبر بروز منگل حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے شام ساڑھے چھ بجے بفضل خدا بخیر و عافیت لندن مشن میں قدم رنجہ فرمایا احباب جماعت لندن مشن میں پیارے آقا کے لئے آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے تھے۔ حضور نے جملہ احباب کو شرفِ مصافحہ بخشا۔

ملاقاتیں

عرصہ زیر رپورٹ میں دفتری ملاقاتوں کے علاوہ سری لنکا، ساؤتھ افریقہ، ماریشس اور پاکستان سے آنے والے ۵۰ سے زائد افراد نے حضور سے شرفِ ملاقات پایا۔

خطوط

عرصہ زیر رپورٹ میں حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے دو ہزار سے زائد خطوط ملاحظہ فرمائے اسی طرح پاکستان سے موصول ہونے والے خطوط کے خلاصہ جات جن کی تعداد چھ صد سے زائد ہے ملاحظہ فرمائے۔ علاوہ ازیں امرائے کرام اور مربیان سلسلہ کی ۳ صد صفحات سے زائد رپورٹس بھی ملاحظہ فرمائیں۔

حسب خط اور رپورٹ، مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو ہدایات دیں اور جملہ خطوط اور رپورٹس کے جوابات پر اپنے دستِ مبارک سے دستخط فرمائے۔

بعض احباب کو اپنے دستِ مبارک سے بھی خط تحریر فرمائے۔ نیز حضورِ اقدس نے موصول ہونے والے متعدد رسائل و جرائد اور کتب بھی ملاحظہ فرمائے۔

مجالسِ عرفان

۱۸ ۸۵ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز مغرب اور ۱۹ ۸۵ء بروز ہفتہ بعد نماز عشاء حضور بیت الفضل لندن میں تشریف فرما ہوئے اور مجلس علم و عرفان کا انعقاد ہوا۔ احباب جماعت کے علمی اور تحقیقی سوالات کے انتہائی بصیرت افروز اور عارفانہ جوابات حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمائے۔

●

درخواست دعا

عزیزم میاں عبدالرحیم احمد کے دل کا بائی پاس کا اپریشن انشاءاللہ ۱۹ نومبر کو نیویارک (امریکہ) میں ہو رہا ہے احباب جماعت سے درخواست ہے دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ اپریشن کو کامیاب کرے اور انہیں صحت والی لمبی زندگی عطا فرمائے (حضرت سیدہ) مریم صدیقہ صاحبہ

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ)

"میں خاک تھا اسی نے ثریا بنا دیا"

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کے ایک غیر مطبوعہ انٹرویو کے چند منتخب اقتباسات

انٹرویو : ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب مرحوم کا یہ یادگار اور تفصیلی انٹرویو مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے نے ۶؍جنوری ۱۹۸۳ء کو لاہور میں لیا۔ یہ انٹرویو جس کے محرک محترم محمود احمد صاحب شاہد صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ تھے ۳ گھنٹے میں مکمل ہوا۔ مکرم عبدالمالک صاحب لاہور نمائندہ ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان بھی اس موقع پر موجود تھے۔　انٹرویو مرتب کیے جانے کے بعد مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ نے اسے حضرت چوہدری صاحب کی خدمت میں لندن بھجوایا۔ انہوں نے بنفسِ نفیس ملاحظہ فرما کر اپنے قلم سے بعض مقامات پر درستی کی اور یہ تاریخی دستاویز مزید مستند ہو گئی۔ اس انٹرویو میں حضرت چوہدری صاحب نے اپنے خاندانی پس منظر، قبولِ احمدیت، اپنی ذات، اعلیٰ قومی و دینی خدمات کے متعلق سوالوں کے بڑی شرح و بسط سے جوابات دیئے۔ اس طویل انٹرویو کے بعض منتخب حصے پیش کئے جا رہے ہیں۔

سوال : کیا کبھی آپ نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی زیارت کا ایسا موقعہ پایا جس میں کوئی اور شامل نہ تھا؟

جواب : "ستمبر ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء میں ایک روز میں غالباً دوپہر کے کھانے کے بعد اور ظہر کی نماز سے پہلے "بیت المبارک" کے نیچے سے گزر رہا تھا تو دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب والے مکان کے دروازے سے جو مسقّف گلی میں کھلتا ہے حضور اکیلے باہر تشریف لائے ہیں اور اس گلی میں سے ہو کر بیت الاقصیٰ کو جاتی ہے صاحبزادہ صاحب کے مکان کے مغرب کی طرف جو مکان ہے جس میں بعد میں حضرت سیّدہ امّ طاہر احمد صاحبہ کی رہائش رہی اس کے صحن میں تشریف لے گئے۔ اس کا کچھ حصہ زیرِ تعمیر تھا۔ معمار اور مزدور غالباً کھانے کیلئے گئے ہوئے تھے اور نگران تعمیر بھی موجود نہیں تھا۔ حضور نے چند منٹ مکان ملاحظہ فرمایا اور پھر اسی راستے واپس تشریف لے گئے۔ حضور کو گلی میں تشریف لاتے وقت سے لے کر واپس تشریف لے جاتے وقت تک خاکسار نے حضور کو دیکھا۔ خاکسار کچھ فاصلے پر پیچھے پیچھے چلتا گیا تھا دل میں یہ بھی خوف تھا کہ اگر حضور دیکھ لیں تو شاید پسند نہ فرمائیں کہ کیوں یہ پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ لیکن دل یہ بھی برداشت

نہیں کرسکتا تھا کہ حضور کو دیکھنے کا ایک موقعہ ہاتھ سے جانے دیا جائے۔ اس سارے وقت میں صرف خاکسار اکیلا ہی موجود تھا"

سوال: آپ نے جماعت احمدیہ کے پہلے امام حضرت مولانا نورالدین صاحب کی اوّلین زیارت کا موقعہ کس سال میں اور کہاں پایا۔ اور بعد میں بھی کب ایسے مواقع حاصل ہوئے۔ آپ کی مصروفیات آپ نے کیا دیکھیں۔ آپ کی سیرت خصوصاً حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اطاعت گزاری اور عشق کے بارے میں کچھ تذکرہ فرمائیں؟

جواب: "حضرت اقدس کے ساتھ حضرت مولانا نورالدین صاحب ۱۹۰۴ء میں سیالکوٹ تشریف لائے ان دنوں آپکی زیارت اور آپکی مجلس میں بیٹھنے کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ قادیان میں پہلی بار ستمبر ۱۹۰۵ء اور ۱۹۱۰ء تک اسی ماہ میں جو تعطیلات کا مہینہ ہوتا تھا اور ۱۹۰۵ء سے ۱۹۱۰ء تک ہر جلسہ سالانہ والد صاحب کے ساتھ قادیان آتا رہا۔ اگست ۱۹۱۱ء تک آپ کے عہد میں دیگر بعض اوقات میں بھی مجھے قادیان آنے کی توفیق ملتی رہی۔

"تحفہ شہزادہ ویلز" کا انگریزی ترجمہ مجھے کرنے کی توفیق ملی

میرا مشاہدہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی مجلس میں حضرت مولانا نورالدین صاحب نہایت ادب و انکسار کیساتھ سر جھکائے بیٹھتے۔ جب حضور آپکو مخاطب فرماتے صرف اس وقت سر اٹھا کر حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھکر نہایت ادب سے مختصر جواب عرض کر دیتے۔ آپ کے عشق کے بارے میں نے خود تو نہیں سنا لیکن یہ بات جماعت میں عام مشہور تھی کہ ایک شخص کو حضرت اقدس نے فرمایا کہ فلاں احمدی دوست کو اپنی بچی کا رشتہ دے دیں۔ اس شخص نے انکار کر دیا۔ یہ بات سنکر حضرت مولانا نورالدین صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدس مجھے حکم دیں تو میں نہالی خاکروبہ کے بیٹے سے اپنی بیٹی امۃالحی کی شادی کر دوں۔ اللہ تعالیٰ کو عشق کی یہ ادا ایسی پسند آئی کہ آپ کی وفات کے بعد یہی صاحبزادی حضرت مصلح موعود جیسے عظیم الشان انسان کے عقد میں آئیں۔

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ صبح دس بجے کے قریب ستمبر میں سیر کیلئے تشریف لے جاتے تھے۔ ایک خادم کو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے اس کام پر مقرر کر رکھا تھا کہ وہ حضرت اقدس کے دروازے کے باہر کھڑا رہے۔ جونہی حضور اپنے مکان سے باہر تشریف لاتے۔ وہ فوراً دالان کے مغربی دروازے کے پاس پہنچ کر آپ کو اس بات کی اطلاع کرتا۔ آپ درس و تدریس میں مصروف ہوتے اطلاع ملتے ہی اس فقرہ کو جو بول رہے ہوتے اسی مقام پر ادھورا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور حضور کی خدمت میں فوراً حاضر ہونے کی کوشش میں چلتے چلتے پگڑی باندھتے جاتے اور جوتا گھسیٹتے ہوئے دروازے کی طرف لپک پڑتے۔ اس کے نتیجہ میں اکثر آپ کے جوتے کی ایڑیاں دب جاتی تھیں"

سوال: انگلستان سے شہزادہ ویلز (جو بعد میں ڈیوک آف ونڈسر ہوگئے تھے) ۱۹۲۲ء میں سیر و سیاحت کے لئے

ہندوستان آئے تھے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک علمی تحفہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ کیا اس تحفہ کے تیار کرنے اور پیش کرنے میں آپ کو خدمت کا موقعہ ملا۔ نیز کیا بعد میں کبھی ان سے ملاقات ہوئی اور اس تحفہ کا ذکر ہوا؟

سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ جوبلی بڑی شان سے منانا

جواب: "شہزادہ موصوف کو پیش کرنے کے لیے حضرت مصلح موعود نے "تحفہ شہزادہ ویلز" نامی کتاب تالیف فرمائی جو حقانیتِ قرآن اور اس کے زندہ کتاب ہونے کے بارے میں دلائل پر مشتمل تھی نیز اس میں قرآن کریم اور عیسائیت کی تعلیمات کا موازنہ کیا گیا تھا۔ باوجود دیگر مصروفیات کے میں حضور کی ہدایت کے مطابق پانچ دن میں اس کا ترجمہ کر کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے مجھے اور بزرگان صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب۔ مولوی شیر علی صاحب اور ماسٹر محمد دین صاحب کو اپنے ساتھ شامل کر کے دو دن میں اسکی نظر ثانی فرمائی۔ کھانے اور نمازوں کے اوقات کے سوا یہ اجلاس نمازِ فجر سے عشاء کے بعد تک جاری رہتا تھا۔ حضور کی ہشاش بشاش طبیعت کی وجہ سے تمام رفقاء خوش رہے۔ اس کتاب کی مطبوعہ ایک خاص جلد ایک چاندی کے خوبصورت بکس میں ایک وفد کے ذریعہ جس میں میں بھی شامل تھا اور حضرت صاحب بھی۔ شہزادہ صاحب کو لاہور میں پیش کی گئی تھی۔

اس کے چالیس سال بعد جب میں اقوام متحدہ کی اسمبلی کا صدر تھا تو ایک روز میں اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ دیکھا کہ اقوام متحدہ کے قانونی محکمہ کے ڈائریکٹر کسی سے گفتگو میں مصروف ہیں۔ ڈائریکٹر موصوف نے ہاتھ بڑھا کر مجھے ٹھہرا لیا اور کہا کہ صاحبِ صدر! اتنی جلدی کیا ہے ذرا ٹھہرئیے۔ کیا میں آپ کا تعارف ہز رائل ہائی نس ڈیوک آف ونڈسر سے کرا دوں؟ میں نے ان سے ذکر کیا کہ مجھے آپ سے لاہور میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اور جو کتاب جماعت احمدیہ کی طرف سے ہدیہ کے طور پر آپکی خدمت میں پیش کی گئی تھی اس کا ترجمہ اردو سے انگریزی میں میں نے کیا تھا۔ تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ وہ کتاب ابھی تک میرے پاس ہے۔"

والدین صحیح رنگ میں بچوں کی تربیت کریں

سوال: حضرت مصلح موعود کا ایسا ارشاد جس کا علم دوسروں کو نہ ہو اور قابلِ توجہ ہو، مہربانی کر کے بیان فرمائیں۔

جواب: "جب میں نے حضرت مصلح موعود کی خدمت میں آپکی قیادت کی ۲۵ سالہ جوبلی منانے کی تجویز پیش کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بارے میں جوبلی منانے میں انقباض ہے۔ البتہ چونکہ سلسلہ احمدیہ کے قیام پر پچاس سال پورے ہو رہے ہیں۔ اس لیے اس وجہ سے میں جوبلی منانے کی اجازت دیتا ہوں۔ ساتھ ہی حضور نے مجھے فرمایا کہ سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ جوبلی بڑی شان سے منانا۔ جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے یہ بات عرض کر دی تھی۔"

سوال: آپکی غیر معمولی کامیابیوں کا راز کیا ہے؟

جواب: "اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنی ستاری کے طفیل میری کوتاہیوں اور غفلتوں پر پردہ ڈالا۔ اور عفو و درگزر سے کام لیا۔ اور اپنے کمال فضل و رحم سے ایسا سامان فرمایا کہ ۱۹۱۵ء میں جب میں انگلستان سے تعلیم پاکر واپس آیا تو اس وقت سے حضرت مصلح موعود جیسے امام و رہبر نے جو ظاہری و باطنی علوم سے پُر تھے اپنے وصال تک مجھے اپنی تربیت میں رکھا جس میدان میں مناسب خیال فرمایا مجھے آگے بڑھایا۔ قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ آپ کی شفقت والطاف کا میں پیہم مورد ہوا۔ ہمیشہ آپ نے اپنی دعاؤں سے مجھے نوازا۔ کامیابیوں میں میری اپنی خوبیوں کا دخل نہیں۔ اعلی اللہ درجاتہ فی اعلیٰ علییّن۔ آمین"

حضرت مصلح موعودؓ نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی

سوال: احمدی نوجوانوں کو آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

جواب: "...... اے احمدی نونہالو! یہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت ہے کہ اس کا ہاتھ جماعت احمدیہ اور قدرت ثانیہ کی پشت پر ہے۔ سو اس نعمت کی قدر کرو اور قدرتِ ثانیہ کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ تمام دینی و دنیوی نعمتیں اس کی تابع ہیں۔ اپنی نسلوں کی تربیت ایسے رنگ میں کرتے چلے جاؤ کہ اُن کے دل قدرتِ ثانیہ کی محبت سے سرشار رہیں۔ اور وہ ہمیشہ آیت استخلاف میں بیان شدہ شرائطِ ایمان و عملِ صالح کو اختیار کئے رکھیں اور ہمیشہ دعائیں کرتے رہو کہ یہ نعمت ہمیں اپنے نفوس و اموال سے عزیز تر رہے اور جماعت احمدیہ میں قائم و دائم رہے۔ یہی اس بارے میں جماعت احمدیہ کے ائمہ کے ارشادات کا خلاصہ ہے"

قدرتِ ثانیہ کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھیں

سوال: احمدی والدین اور احمدی بچوں کو آپ کیا پیغام دینا چاہیں گے۔

جواب: "میرا پیغام یہ ہے۔ آجکل غیر یورپین اقوام کے بچے یورپ میں رائج رسوم و رواج کو قابلِ فخر سمجھتے ہیں اور ان کو اندھا دھند اختیار کیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ یورپین اقوام اپنی بدکرداریوں کی سزا بھگت رہی ہیں۔ اور سخت نالاں ہیں۔ ان کے دانشور اور اخلاقیات کے ماہر حیرت میں ہیں کہ اپنے پر مسلط عذاب سے کیونکر نجات پائیں۔ علاج کی کوئی صورت ان کو سوجھ نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت احمدیہ کی پشت پر ہے

بالمقابل [illegible] بچوں کیلئے روحانی اقدار موجود ہیں جو عزت اور روحانی اور اخلاقی برکتوں کی ضامن ہیں۔ سو ہمیں وہی اقدار اختیار کرنی چاہئیں جن کا علم ہمیں قرآن مجید سے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہوتا ہے۔

آج کے بچے کل کو قوم کے جانشین اور اپنے اپنے دائرہ میں راہنما ہوں گے۔ ہر ملک اور ہر طبقہ کے احمدی بچے نیک تربیت سے الٰہی رنگ میں رنگین ہو سکتے ہیں اور ہر گھرانہ جنّتی بن سکتا ہے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ والدین تربیت کی اہمیت کو سمجھیں اور

اپنی اس ذمہ داری کو کماحقہ، سرانجام دیں اور اپنی اولاد کے لیے دعائیں بھی کرتے رہیں اور امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی خدمت میں بھی دعاؤں کیلئے عرض کرتے رہیں۔

بطور مثال میں انگلستان کے ایک گھرانے کا ذکر کرتا ہوں۔ مَرد پاکستانی ہے۔ اور اس کی دعوت الی اللہ کی وجہ سے نتیجہ میں چھ سات انگریز احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ ان کی بیوی انگریز ہیں۔ اس نیک جوڑے کی تربیت کے عزم نے ان بچوں میں گہرا روحانی جذبہ پیدا کر دیا ہے۔

چند سال بعد ان کا ایک بیٹا جو دس سال کا تھا اپنی کلاس میں اوّل آیا اس نے مجھے اپنے خط میں تحریر کیا کہ میری ایسی کامیابی پر میرے استاد حیران ہوئے ہیں۔ لیکن دراصل وہ دعاؤں کی قوت سے ناواقف ہیں۔

حضرت چوہدری صاحب دوسری بار عالمی عدالتِ انصاف کے رکن منتخب ہوئے۔ اس کے بعد آئندہ انتخاب اکتوبر ۱۹۷۲ء میں ہونے والا تھا۔ ستمبر میں آپکو خواب میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور حضرت مصلح موعود کی زیارت نصیب ہوئی چوہدری صاحب نے اپنی چھڑی حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کی اور حضور نے ازراہِ شفقت تبسم فرما کر اسے قبول فرمایا ——— چوہدری صاحب نے اس خواب کی تعبیر یہ سمجھی کہ اب آپکو اپنے تئیں پوری طرح خدمتِ دین کیلئے وقف کر دینا چاہیئے۔ اس وقت آپکی عمر اسّی سال کی ہو رہی تھی۔ آپ نے حکومت پاکستان کو تحریر کر دیا کہ آپ کا نام عالمی عدالت کی رکنیت کی امیدواری سے واپس لے لیا جائے اور پھر ہمہ تن دینی خدمات میں مصروف ہو گئے۔

اس دفعہ اس دوست کو میں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی وہ دعائیں سنائیں جو حضور نے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے والوں کیلئے کی ہیں اور میں نے اسے تحریک کی کہ اس دفعہ آپ اپنے دو بیٹوں کو جلسہ سالانہ ۱۹۸۳ء پر ربوہ لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ارادہ کر لینے پر ایسا سامان کر دیا کہ تمام مشکلات رفع ہو گئیں۔ پہلی مشکل تو یہ تھی کہ سب کا پاسپورٹ مشترک تھا جلد انکو الگ طور پر مل گیا۔ دوسری مشکل فلائیٹ کی تھی کیونکہ تمام فلائیٹ پُر تھیں لیکن ۲۱، دسمبر ۱۹۸۲ء کو ایک سپیشل فلائیٹ کا انتظام ہو گیا۔

ربوہ میں جلسہ کے ایّام میں یہ دونوں جو تیرہ چودہ سال کے ہیں۔ بیت المبارک میں پہنچ کر باقاعدگی سے تہجّد کی نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ یہ ہے نیک تربیت کا ثمرہ۔ کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ احمدی بھائی جن کی اولاد کی دینی حالت ایسی قابلِ رشک ہے!

اے پیارے احمدی بچو! اللہ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کو اعلیٰ مقام روحانی لحاظ سے عطا فرمایا ہے اور یہ مقدّر کر دیا ہے کہ غلبۂ دینِ حق کی سعادت اسی جماعت کو حاصل ہو گی۔ سو اس روشن مستقبل کو قریب تر لانے کیلئے آپ خوب سمجھ لیں کہ آپ پر کیا عظیم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور آپ نے ان کو کیسے سرانجام دینا ہے۔ آپ قرآن مجید کا ترجمہ اور پھر تفسیر کو سیکھیں۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور حضور کے نائبین کی کتب اور ملفوظات اور ارشادات سے واقفیت

پیدا کریں۔ اور ان پر عمل کریں اور تضرع اور عاجزی سے احمدیت کی ترقی کیلئے اور اپنے لیے دعائیں کرتے رہیں۔

خوب سمجھ لیں کہ آپ پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں

اے قادر و توانا اور دعاؤں کو سننے والے خدا! تو ہم والدین کو اپنی اولادوں کی نیک تربیت کرتے اور ان کیلئے دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہماری اولاد کو بھی قرآنی علوم سیکھنے اور ان پر عمل کرتے اور اسلاف کے رنگ میں رنگین ہونے کی سعادت عطا فرما! آمین ثم آمین!!

سوال: احباب جماعت احمدیہ کیلئے آپ کا عمومی پیغام کیا ہے۔

جواب:... اے احمدی احباب! آپ کو میرا کوئی اور پیغام نہیں۔ میں وہی پیغام دیتا ہوں جو حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ اور آپ کے نائبین نے آپ کو دیا ہے کہ..... تلاشِ حق کیلئے لوگوں میں اضطراب بڑھ رہا ہے جونہی لوگ اس آسمانی نور کو جو احمدیت کی شکل میں اترا ہے شناخت کریں گے وہ اسے قبول کریں گے وہ وقت دور نہیں جبکہ لوگ جوق در جوق احمدیت میں داخل ہوں گے۔ گو اربوں ارب لوگوں کا احمدیت میں داخل ہونا ایک عجیب اور انوکھی اور عظیم بات نظر آتی ہے۔ لیکن یہ تقدیر الٰہی ہے اور وہی ہماری ناچیز کوششوں میں بہت ہی بڑی برکت ڈالتا ہے۔ جو ایک ننھے سے بیج سے بہت بڑا بڑ کا درخت پیدا کر دیتا ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے امام کی اطاعت کو کمال تک پہنچائیں اور انکی ہدایات اور منصوبوں کو پروان چڑھائیں اور بہت دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ایک جگہ سے چند احمدیوں کا خط حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں آیا کہ اس جگہ بدامنی ہے لوگ آپس میں ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں کوئی پرسانِ حال نہیں۔ چند مخالف ہمیں بھی قتل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ کی اجازت ہے کہ ہم بھی ان کو قتل کرنے کی کوشش کریں۔

حضور نے فرمایا کہ "ایسا مت کرو۔ ہر طرح سے اپنی حفاظت کرو لیکن خود کسی پر حملہ نہ کرو۔ تکالیف اٹھاؤ اور صبر کرو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ تمہارے لئے کوئی انتظام احسن کر دے۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرتا ہے خدا اس کے ساتھ ہوتا ہے۔"

خدا تجھ کو جنونِ رہ نما دے
خدا تجھ کو دلِ درد آشنا دے
بہت منظر ہیں جو نادیدنی ہیں
خدا تجھ کو نگاہِ پارسا دے

●

جوانو! تم جدھر جاؤ جہاں میں
تمہارے ساتھ نورِ آسماں ہو
صداقت کیلئے زندہ رہو تم
تمہاری عمر، عمرِ جاوداں ہو

جناب سعید احمد اعجاز

احساسِ آزاد

"قربانی کرنے والے تو اللہ کی راہ میں قربانی کے مقدس احساس سے لذت یاب ہو رہے ہوتے ہیں۔ مگر باہر سے دیکھنے والوں کے دلوں پر قیامت ٹوٹ رہی ہوتی ہے۔ یہی حال آجکل میرا ہے ...... اسیروں کا خیال سخت بے قرار کر دیتا ہے۔ صرف ان کا ہی نہیں ان کے عزیزوں، اہل و عیال اور بزرگوں اور بھائیوں اور بہنوں کی جذباتی تکلیف کا خیال اور بھی بے چینی کو بڑھا دیتا ہے اور زخمی دل کو نئے چرکے لگاتا ہے۔"

"میرے دل کی آنکھیں بڑی محبت سے راہ مولا کے ان معصوم قیدیوں کے روزنِ زنداں سے لگی رہتی ہیں۔ اللہ مجھے ان سب کی طرف سے خوشیاں دکھائے اور وہ دن جلد لائے کہ میں انہیں سینے سے لگا کر ان کی پیشانیوں کے بوسے لوں۔"

"اللہ کی تقدیر (دین حق) کے احیائے نو کی خاطر ہم سے جو قربانی لینا چاہتی ہے ہم حاضر ہیں وہی ہے جو ہمیں ہمت اور ثبات قدم بھی عطا فرمائے گا، لیکن میرا دل دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت۔ اپنے پیاروں کا دکھ میرے لیے ناقابل بیان اذیت کا موجب بنتا ہے .... انما اشکو بثّی و حزنی الی اللہ۔"

"اللہ آپ سب کو صدق و صفا اور ثباتِ قدم نصیب فرمائے اور اس کے قرب اور اس کے پیار کی جنت آپ کو نصیب ہو۔ اللہ آپ کے ہر غم کو خوشی میں اور ہر ظلمت کو نور میں بدل دے۔ اللہ جلد تر مجھے آپ کی خوشیاں دکھا کر میرے دل کو قرار نصیب فرمائے۔ آمین۔"

احساسِ اسیر

"آپ دوست جس طرح ہمارے لیے بے قرار

اور مضطرب ہیں اور ہر لمحہ ہمارے لیے دُعا گو ہیں۔

یہ یقیناً حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ کا عظیم الشان معجزہ اور نظام جماعت کی برکت ہے ...... جہاں تک ہماری قید و بند کی کیفیت کا تعلق ہے یہ ہمارے لیے ہر لمحہ از دیادِ ایمان کا باعث ہے جس کی وجہ سے ہمیں کسی مشکل سے مشکل مرحلہ پر بھی کسی قسم کی پریشانی نہیں ہوئی۔ بلکہ ہر موقع پر ابتلاء کے مقدس احساس سے لذت یاب ہوتے رہے۔ اور اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے "نہ ڈر قریب ہوں میں" کی مقدس سرگوشیاں سنتے رہے اور سن رہے ہیں اور حضور اقدس کے اس شعر کو اپنی آنکھوں سے عملی شکل میں ڈھلتے دیکھا ؎

مجھ کو پردے میں نظر آتا ہے اک میرا معین
تیغ کو کھینچے ہوئے اس پر جو کرتا ہے وہ وار

اس ساری صورت حال اور کیفیت پر غور کر کے ہم شرمسار ہو جاتے ہیں کہ ہم تو اس قابل نہ تھے۔ الٰہی تیرے اس قدر الطاف اور انعامات! ہم تو خدا کے ان فضلوں کا شمار ہی نہیں کر سکتے جو وہ ہماری اس حقیر سی قربانی کے موقع پر ہم پر کر رہا ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔"

قربان مری جان تجھ پہ رسولِ عربیؐ

جناب طارق بشیر ناصر

تیرے آنے سے گلستان میں نکھار آیا ہے
بھولے بھٹکے ہوئے راہی کو قرار آیا ہے

نوعِ انساں کو جہالت سے نکالا تُو نے
بیچ منجدھار کے ناؤ کو سنبھالا تُو نے

تیرا ہر قول صداقت کا محبت کا پیام
تیری رفعت، تیری عظمت، تیری شوکت کو سلام

تجھ سے بڑھکر نہیں کوئی بھی نگاہوں میں حسیں
تیرا پُرنور سا چہرہ تیری رخشندہ جبیں

تو عجب شان سے اُترا ہے دلوں کے اندر
جیسے خوشبو کہ جو سمٹی ہو گلوں کے اندر

میں تو ناچیز تیرے در کا گدا ہوں آقا!
تیری صورت، تیری سیرت پہ فدا ہوں آقا!

مجھ گناہ گار پہ ہو جائے جو رحمت تیری
کیوں سنور جائے نہ آقا میرے! قسمت میری

آدم جی ادبی انعام پانے والے، ملک گیر شہرت کے حامل، اردو کے منفرد احمدی شاعر

جناب عبیداللہ علیم اکتوبر کے تیسرے ہفتے میں ربوہ تشریف لائے تو باذوق اہلِ ربوہ نے ملک گیر شہرت کے حامل اپنے اس بھائی کی بہت پذیرائی کی۔ علمی و ادبی حلقوں نے آپ کے ساتھ کئی ایک مجالس منعقد کیں۔ اور علیم صاحب کو دل کھول کر داد دی۔

۲۱ر اکتوبر کو تیسرے پہر جامعہ احمدیہ کے اساتذہ وطلباء نے جناب علیم کے ساتھ ایک مجلس شعر و سخن کا اہتمام کیا۔ دو گھنٹے کی اس محفل میں انہوں نے اپنی کئی غزلیں سنائیں۔ اور خوب خراج تحسین حاصل کیا۔ ان میں سے دو غزلیں شمارہ ہذا میں شاملِ اشاعت ہیں۔

۲۳ر اکتوبر کو ادارہ خالد نے آپ کے ساتھ ایک نشست کا انعقاد کیا اور آپکا ایک غیر رسمی انٹرویو بھی لیا گیا۔ آپ کی ذات، مصروفیات، احساسات اور قدیم و جدید شاعری اور شعراء سے متعلق آپ سے بہت سی باتیں ہوئیں۔ قارئین خالد کی دلچسپی کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض امور کا تذکرہ مفید ہوگا۔

● زندگی کے نشیب و فراز

جناب عبیداللہ علیم نے آج سے ۴۴ سال قبل انڈیا کی ایک ریاست بھوپال میں آنکھ کھولی۔ تعلیم کا آغاز کراچی سے کیا اور ۱۹۶۷ء میں جامعہ کراچی سے اردو لٹریچر میں ایم اے کیا۔ اوائل عمر سے ہی شعر میں شغف رکھتے تھے۔ اردو کالج میں مناسب ماحول اور باذوق رفقاء کے ساتھ نے اس شغف پر مہمیز کا کام کیا ۱۹۶۱ء میں زیڈ۔ اے بخاری مرحوم کی وساطت سے ریڈیو پر متعارف ہوئے۔

جناب علیم کا منظوم کلام انکی شاعری کے آغاز سے ہی چھپنا شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء میں نقوش، ادب لطیف، سیپ، فنون وغیرہ ادبی رسائل میں آپ کا کلام شائع ہوتا تھا۔

۱۹۶۷ء میں ٹی وی پر آئے جلد ہی آپ کا ٹی وی پروڈیوسرز کی OUT STANDING CATAGORY میں شمار ہونے لگا۔ ۱۹۷۸ء میں آپ نے نامساعد حالات کی بناء پر استعفےٰ دے دیا۔

آپ مسلسل پانچ سال وقیع ادبی تنظیم

رائٹرز گلڈ کے سندھ زون کے منتخب سیکرٹری رہے اب بھی مرکزی مجلس عاملہ کے رکن ہیں۔ رائٹرز گلڈ کے علاوہ پانچ سال حلقۂ اربابِ ذوق کے سیکرٹری رہے

● مجموعۂ کلام

آپ کا پہلا مجموعۂ کلام "چاند چہرہ ستارہ آنکھیں" ۱۹۷۴ء میں منظرِ عام پر آیا۔ جو پاکستان کے سب سے وقیع ادبی انعام "آدم جی انعام" کا مستحق قرار پایا تھا۔ اس کے اب تک آٹھ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اس کتاب پر پاکستان کے نامور شعراء نے گفتگو کی اور تبصرے لکھے چنانچہ فیض، ندیم، فراز، وقار عظیم، ابوالخیر کشفی، ابواللیث صدیقی، عالی، ڈاکٹر وزیر آغا، احسان دانش، ابن انشاء وغیرہ نے اس پر بحث اور تبصرے لکھے۔ نمونے کے طور پر احمد ہمدانی کے چند جملے ملاحظہ ہوں۔

● ایک تبصرہ

" زندگی نے علیم کو خوابوں کا نذرانہ دیا ہے اور اس نے ان خوابوں کے وسیلے سے زندگی کے خدو خال ابھارنے کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ زندگی اور خوابوں کا ایک دوسرے پر عمل اور ردعمل علیم کی شاعری ہے۔ اس نے سچائیوں کے چہرے خوابوں کے پردے میں دیکھے ہیں۔ شاعر کا کام یہ نہیں کہ وہ آسمان سے تارے توڑ لائے۔ اس کا کام تو صرف اتنا ہے کہ وہ جس زمین پر چلتا ہے اس کی مٹی سے ستارے تراشے اور آسمان پر چمکائے۔ اس ستارے تراشنے کے عمل میں شاعر کے سامنے کوئی حسین شے ہوتی ہے اس حسین شئے کا شعور ہوتا ہے اور اس شعور سے ہم آہنگ جذبہ۔ یہ تینوں عناصر مل کر کوئی جمالیاتی تجربہ بناتے ہیں۔ ان عناصر میں سے الگ الگ کوئی بھی عنصر کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ ان تینوں عناصر کو یکجا کئے بغیر کوئی جمالیاتی تجربہ نامیاتی کل نہیں بن پاتا۔ صرف لفظوں کے ذریعے جمالیاتی تجربے کا اثر پیدا کرنا ایک کارِ عبث ہے اور علیم نے اس بھید کو پا لیا ہے "

۱۹۸۲ء میں بیت البشارت سپین کے افتتاح کے موقع پر آپ کو سپین جانے کی سعادت ملی انہی دنوں آپ انگلستان بھی گئے اور وہاں بی بی سی نے آپ سے انٹرویو نشر کیا۔ اور ایک دوسرا انٹرویو حال ہی میں بی بی سی کی عالمی سروس سے نشر کیا گیا جب آپ جلسہ سالانہ انگلستان ۱۹۸۵ء میں شرکت کے لیے لندن میں مقیم تھے۔

● شہرت کا راز

اپنی منفرد شاعری اور شہرت کا راز بیان کرتے ہوئے آپ نے فرمایا

" شعر لکھنا میرے لیے ایک یادگار واقعہ ہے کیونکہ میں بنیادی طور پر طبع موزوں بھی نہیں رکھتا اور عام نقادوں کے نزدیک بحور سے بھی واقف نہیں ہوں۔ زمانۂ طفلی میں میں نے کچھ شعر لکھے اور المصلح میں بھیجے تو مدیر نے لکھا کہ اسے نظم سمجھیں یا نثر؟ اس پر دل میں دعا کا بہت جوش پیدا ہوا اور اللہ ہی سے مدد مانگتا رہا۔

میرے خاندانی ماحول میں شعر کا کوئی عمل دخل نہیں۔ نہ مجھ میں یہ صلاحیت تھی۔ مگر شعر کہنے کا ذوق وشوق بہر حال تھا۔ خدا تعالیٰ نے دستگیری کی اور میں لکھتا رہا۔ اور میرا کلام شائع بھی ہوتا رہا۔ مگر ایک بالکل نیا موڑ ۱۹۶۴ء میں آیا۔

۱۹۶۴ء میں طبیعت میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوئی۔ اور میں نے حضرت مصلح موعود کی شان میں ایک قصیدے کے رنگ میں نظم لکھی اور حضور کی خدمت میں بھیج دی۔ چند دن بعد پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کا خط آیا کہ حضور نے آپکی نظم پڑھی اور آپ کیلئے بہت دعا کی۔

یہی حضور کی دعا تھی جو مجھے بلندیوں میں اڑاتی رہی۔ یہی سال جو میرے کثرت سے چھپنے کا سال ہے اس سے پہلے گو چھپتا تو تھا۔ مگر عزت اور شہرت کی وہ رفتار نہیں تھی۔ جو اس دعا کے بعد خدا نے عطا فرمائی پس میرا تو سارا وجود میری تمام صلاحیتوں کے ساتھ حضور کے زیر احسان ہے اور میرا تو سب کچھ وہی دعا ہے"

آپ نے اپنی روزانہ مصروفیات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ علمی وادبی مجالس میں شرکت کے ساتھ ساتھ آپ جماعتی پروگراموں میں بھرپور شرکت کرتے ہیں

انہوں نے تمام احباب سے دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضلوں سے نوازے۔ ان کی کمزوریوں کو ڈھانپ لے اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضور کا محبت بھرا سلام اور پیغام

مکرم صوفی خدا بخش صاحب عبد زیروی نائب ناظم مال وقف جدید نومبر کے اوائل میں لندن سے واپس ربوہ پہنچے حضور سے الوداعی ملاقات میں انہوں نے انجمن وقف جدید اپنے اہل محلہ اور اہالیان ربوہ جملہ پاکستانی احمدیوں نیز بطور خاص بیت المبارک اور بیت الاقصیٰ کے نمازیوں کی طرف سے حضور کی خدمت میں سلام عرض کر کے دعا کی درخواست کی تو حضور نے رقت بھرے اور درد انگیز الفاظ میں فرمایا:

"سب کو میرا سلام کہیں اور محبت بھرا پیار دیں اور کہیں کہ یہ مشکلات نہیں رہیں گی۔ اچانک ہی دور ہو جائیں گی اور پھر پتہ بھی نہیں لگے گا کہ کبھی آئی بھی تھیں یا نہیں۔ اس وقت جو بے صبری سے کام لیں گے وہ اُس وقت پچھتائیں گے"

ادارہ سے خط و کتابت کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں (مینجر)

جناب عبیداللہ علیم کی دو غزلیں

ایسی تیز ہوا اور ایسی رات نہیں دیکھی
لیکن ہم نے مولیٰ جیسی ذات نہیں دیکھی

اسکی شانِ عجیب کا منظر دیکھنے والا ہے
اک ایسا خورشید کہ جس نے رات نہیں دیکھی

بستر پر موجود رہے اور سیر ہفت افلاک
ایسی کسی پر رحمت کی برسات نہیں دیکھی

اسکی آل وہی جو اس کے نقشِ قدم پر جائے
صرف ذات کی ہم نے آلِ سادات نہیں دیکھی

ایک شجر ہے جسکی شاخیں پھیلتی جاتی ہیں
کسی شجر میں ہم نے ایسی بات نہیں دیکھی

اِک دریائے رحمت ہے جو بہتا جاتا ہے
یہ شانِ برکات کسی کے ساتھ نہیں دیکھی

شاہوں کی تعریف بھی ہم نے دیکھی ہے لیکن
اسکے در کے گداؤں والی بات نہیں دیکھی

اسکے نام پہ ماریں کھانا اب اعزاز ہمارا
اور کسی کی یہ عزت اوقات نہیں دیکھی

صدیوں کی اس دھوپ چھاؤں میں کوئی ہمیں بتلائے
پوری ہوتی کونسی اس کی بات نہیں دیکھی

اہلِ زمیں نے کونسا ہم پر ظلم نہیں ڈھایا
کونسی نصرت ہم نے اسکے ہاتھ نہیں دیکھی

★

ملتا جلتا تھا حال میرؔ کے ساتھ
میں بھی زندہ رہا ضمیر کے ساتھ

ایک نمرود کی خدائی میں
زندگی تھی عجب فقیر کے ساتھ

آنکھ مظلوم کی خدا کی طرف
ظلم ایک ظلمتِ کثیر کے ساتھ

جرم ہے اب مری محبت بھی
اپنے اس قادر و قدیر کے ساتھ

اس نے تنہا کبھی نہیں چھوڑا
وہ بھی زنداں میں ہے اسیر کے ساتھ

کس میں طاقت وفا کرے ایسی
اپنے بھیجے ہوئے سفیر کے ساتھ

سلسلہ وار ہے وہی چہرہ
عالمِ اصغر و کبیر کے ساتھ

آنیوالا ہے اب حساب کا دن
ہونیوالا ہے کچھ شریر کے ساتھ

تیرے پیچھے ہے جو قضا کی طرح
کب تلک جنگ ایسے تیر کے ساتھ

شب دعاؤں میں تر بتر میری
صبح اک خوابِ دلپذیر کے ساتھ

اہلِ دل کیوں نہ مانتے آخر
حرف روشن تھا اس حقیر کے ساتھ

علمِ فلسفہ کیلئے اصطلاحاً یونانی زبان کا ایک لفظ Philosophy استعمال کیا جاتا ہے جو بذاتِ خود مزید دو الفاظ کا مرکب ہے۔ PHILO کا مطلب ہے محبت یا تلاش اور SOPHY کا مطلب۔ علم۔ صداقت دانش یا عقلمندی۔ گویا فلسفے کے لغوی معنے ہوئے اشتیاقِ علم (LOVE FOR KNOWLEDGE) — تلاشِ صداقت (SEARCH FOR TRUTH) یا محبتِ دانش (LOVE OF WISDOM) - ان لفظی معنوں کی روشنی میں ماہرینِ فلسفہ اسے "فکر کا علم" (THE SCIENCE OF THINKING) قرار دیتے ہیں۔

فلسفہ "علمِ فکر" ہے یہ بات قابلِ تشریح ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی بھی علم ہو اس میں فکر کا عمل بہرحال ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ مادی مشاہدہ یا تجربہ بھی محتاج ہے کچھ قبل از مشاہدہ اصولوں کا جن کی نوعیت خالص فکری ہوتی ہے ان فکری اصولوں کو بنانے والا علم فلسفہ ہے یعنی کوئی بھی علم اپنی تحقیق یا مشاہدہ کا آغاز صرف اس وقت کریگا جب ذہن کو اس بارہ میں بنیادی اور عمومی معلومات اور اساسی افکار فراہم کر دیئے جائیں۔ اس لحاظ سے فلسفہ ہر علم کی بنیاد ہے۔ فکر کیا ہے؟ یہ ذہن میں کیسے رونما ہوتا ہے؟ اسکی بنیادی خصوصیات کیا ہیں؟۔ درست فکر کی کیا شرائط ہیں اور نتیجۂ فکر کیسے بیان ہوگا؟ ان تمام پہلوؤں پر فلسفہ بحث کرتا ہے اور انسانی ذہن کے بنیادی رجحانات پر بناء کرتا ہے۔

چنانچہ کوئی بھی ایسا نظام جو انسانی ذہن کے بنیادی رجحانات مدِّنظر نہ رکھے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک ایسا سیاسی آئین جو کسی قوم کے ذہن کا آئینہ دار نہ ہو قبولیتِ عام کی سند حاصل نہیں کر سکتا۔ یا ایک ایسا اخلاقی نظامِ حیات جو انسانوں کے بنیادی ذہنی رجحانات کو ملحوظِ خاطر ہی نہ لائے وہ معاشرے میں درست

کردار پیدا کرنے کا اہل نہیں ۔ چنانچہ ایک کامیاب سیاستدان یا ماہر اخلاقیات کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ذہن کی بنیادی صلاحیتیں اور میلانات معلوم کرے پھر ایک آئین یا نظامِ اخلاق مرتب کرے

فکر کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ علمِ فلسفہ نے اپنی مختلف شاخوں کے سپرد کر رکھا ہے مثلاً ذہن میں مختلف ذہنی اعمال (جن میں فکر بھی شامل ہے) کس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں اس کا جائزہ نفسیات لیتی ہے ۔ فکر کا ایسا اظہار جو غلطیوں سے پاک ہو منطق سے تعلق رکھتا ہے موضوعِ فکر (یعنی اس کائنات کی مادی اشیاء اور ہمارا ان کا مشاہدہ) کی حقیقت کیا ہے اس مسئلے کا حل مابعد الطبیعات کے پاس ہے ۔

اس طرح اخلاقیات ، جمالیات ، علمیات وغیرہ وغیرہ اس علم کی حسبِ ضرورت اور وسعت کئی ایک مزید شاخیں بنتی جاتی ہیں

یہ تو ایک اصطلاحی بحث تھی ۔ فلسفہ ایک ایسا لفظ ہے جو کبھی اپنے وسیع تر معنوں میں اور کبھی اپنے محدود معنوں میں استعمال ہو جاتا ہے ۔ لیکن میں اس کو اس کے بہت ہی زیادہ وسیع مفہوم میں لیتا ہوں ۔ اس کے مفہوم کے متعلق میرا ایک ذاتی نقطۂ نظر ہے ۔ اب میں اسکی وضاحت کی کوشش کروں گا ۔

انسان کو زندگی مل گئی ہے ۔ یہ واقعہ کیسے رونما ہوا ؟ ایک الگ بحث ہے ۔ انسان کا زندگی کو ایک خاص معنی دینا اور پھر ان معنوں کی روشنی میں زندگی گزارنے کی ایک خاص راہِ عمل (TECHNIQUE) اختیار کرنا فلسفہ ہے ۔ اسکا مطلب یہ ہوگا کہ ہر انسان شعوری یا لاشعوری طور پر کوئی نہ کوئی فلسفہ اختیار کیے ہوئے ہے جہاں زندگی ہے وہاں فلسفہ ہے دراصل ہم سب کسی نہ کسی فلسفے میں زندہ ہیں اس سے جائے فرار نہیں ۔ چنانچہ یہ کہنا بجا ہے کہ کسی شخص کا یہ دعویٰ کرنا کہ "میں فلسفے کا سب سے بڑا دشمن ہوں" بذاتِ خود ایک فلسفہ ہے

میری بیان کردہ تعریف کا دوسرا مطلب یہ ہوگا کہ مختلف مادی یا ذہنی علوم دراصل فلسفے کے معاون علوم ہیں ۔ ان میں سے ہر ایک حقیقت یا زندگی کا ایک خاص نقطۂ نظر سے مطالعہ کرتے وقت اس کی ایک مخصوص تشریح کرتا ہے مثلاً فزکس حقائق کی مادی توجیہہ کرتا ہے ۔ علمِ کیمیا انہی حقائق کا ایک اور پہلو زیرِ بحث لاتے ہوئے ان کے کیمیاوی خواص کا جائزہ لیتا ہے جبکہ بیالوجی اسی چیز کا حیاتیاتی پہلو دیکھتی ہے گویا ایک ہی وجود یا صداقت کے متعلق ان تینوں علوم کا رویہ مختلف ہے ۔ ہر ایک کا اپنا ایک فلسفہ ہے ۔ اسی طرح ذہنی علوم ذہن اور زندگی کو اپنے اپنے نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں ۔ مثلاً ایک ماہر اقتصادیات انسانی ذہن کے مالی پہلو کو

زیر بحث لاتا ہے اور اسی پر زور دیتا ہے۔
لہذا اس کا اپنا ایک خاص فلسفہ ہے اسیطرح ایک ماہر سیاسیات انسانی معاشرے کا ایک اور نقطۂ نظر سے مطالعہ کرتے ہوئے انسانی ذہن کے سیاسی پہلو کی تفصیل بیان کرتا ہے کیونکہ اس کا اپنا ایک خاص فلسفہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ہر علم لازماً کوئی نہ کوئی فلسفہ پیش کر رہا ہے۔ اسے کوئی بھی موضوع اختیار کرنے اور اپنے منتخب کردہ موضوع کی اپنی مرضی سے تشریح کرنے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ لیکن کوئی اصول ضابطہ یا نقطۂ نظر تو بہرحال اسے اپنانا ہوگا۔

گویا فلسفے سے فرار ناممکن ہے۔

اب یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اگر حقیقت اور زندگی کے مختلف پہلوؤں کی جملہ معلومات دوسرے علوم نے حاصل کر ہی لینی ہیں تو پھر علمِ فلسفہ کی علیحدہ کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں چند ایک امور قابلِ غور ہیں:۔

۱۔ جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں بتایا گیا اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام علوم اپنا ابتدائی تحقیقی مواد اور راہنما فکری اصول فلسفے سے حاصل کرتے ہیں۔ پس جڑ پر تبر رکھ کر درخت سے حصولِ ثمر کی خواہش بے جا ہے۔

۲۔ علم فلسفہ دوسرے علوم کیلئے ایک مبصرؔ اور نگران کا کام کر رہا ہے۔ یہ تو انسانی سوچوں کا ایک عمومی ریکارڈ ہے۔ یہی بات علمِ تاریخ کے حوالے سے بھی بیان کی جا سکتی ہے اگر علمِ تاریخ انسانوں کی تاریخ ہے تو علمِ فلسفہ "انسانیت" کی تاریخ ہے۔ اس میں مختلف فکری رجحانات و مسائل کا انسان کے نقطۂ نظر سے تنقیدی جائزہ لیا جاتا ہے۔

۳۔ ہر علم حقیقت کا ایک خاص پہلو زیر بحث لاتا ہے۔ لیکن علمِ فلسفہ حقیقت کا عمومی جائزہ لیتا ہے۔ اس میں حقیقت یا زندگی کا ہر پہلو زیرِ بحث آسکتا ہے آپکے پاس صرف دلیل ہونی چاہیئے

۴۔ مختلف علوم نے اپنے اپنے میدان میں کچھ صداقتوں کی دریافت کی ہے۔ فلسفہ ان صداقتوں کے مجموعی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے ان علوم کے درمیان مفاہمت و مماثلت پیدا کرتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کیلئے یخنی پکائی گئی۔ غفلت سے اسمیں مکھیاں پڑ گئیں۔ کسی نے دیکھ کر شور مچا دیا کہ مکھیاں پڑ گئی ہیں حضور نے فرمایا "اب ہم نہیں پئیں گے" اس نے کہا کسی اور کو پلا دیں گے فرمایا "جسکو ہم نہیں پیتے کسی کو بھی نہیں پینے دینگے" چنانچہ حضور کے حکم سے وہ یخنی گرا دی گئی

ڈگمگانے نہ پائیں قدم ساتھیو

جناب حافظ فضل الرحمٰن بشیر

اِک زمانہ ہوا دُکھ اٹھائے ہوئے
ان کی اُلفت میں دل کو جلائے ہوئے
پھول دے کر انہیں سنگ کھائے ہوئے

ایک اُن کی جفا اِک ہماری وفا
اپنی اپنی نظر، اپنی اپنی ادا

گرچہ بے کس بھی ہیں اور مجبور بھی
ان کی نظروں میں کیسے ہی مقہور بھی
آبگینے دلوں کے ہوئے چُور بھی

صاف دِل ہیں کوئی بھی عداوت نہیں
اپنے ہونٹوں پہ حرفِ شکایت نہیں

راستے منزلوں کے بہت پُر خطر
ہے جواں دوستو اپنا عزمِ سفر
تارِ شب میں ہے پنہاں نویدِ سحر

ڈگمگانے نہ پائیں قدم ساتھیو
پشت اپنی نہ ہو جائے خم ساتھیو

موت برحق مگر نہ ڈرے زندگی
ظلمتوں کی قبا میں پلے چاندنی
گھُپ اندھیروں سے کب چھپ سکے روشنی

جور و ظلمت کے یہ دن بھی کٹ جائیں گے
ہم سے ٹکرا کے طوفاں پلٹ جائیں گے

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی یتیم پروری اور غریب نوازی کے واقعات

منیر احمد منور

دار الشیوخ کا باغبان

قادیان کی مقدس بستی ۔ جاڑوں کا برفانی موسم جسمیں یخ بستہ خنک ہوائیں اچھے بھلے تندرست آدمی کی برداشت سے باہر ہو جاتی ہیں ۔ ایسے میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک رفیق شدید بخار میں مبتلا نحیف جسم کو لیے ہوئے زندگی کے آخری ایام بستر پہ لیٹے لیٹے گزار رہے ہیں آپ نے محض اپنی ذاتی ذمہ داری پر ایک یتیم خانہ قائم کر رکھا ہے جس کا نام دار الشیوخ ہے آپ اپنی اولاد کی طرح ان سے محبت کرتے اور انکی تمام ضروریات کا خیال رکھتے ہیں

ایک دن صبح اطلاع ملتی ہے کہ رقم کی کمی کی وجہ سے بچے ناشتہ نہیں کر سکے اور ابھی تک اس کا کوئی انتظام نہیں کیا جا سکا

یہ سن کر اس نحیف جسم میں ایک حرکت پیدا ہوئی وہ جو ساری زندگی ان کی کفالت اپنے بچوں کی طرح کرتے رہے یہ بات سن کر بیقرار ہو گئے باوجود شدید نقاہت اور کمزوری کے شدید سردی میں دو آدمیوں کے سہارے تانگہ پر سوار ہو کر قادیان کے محلہ جات کے دورہ پر روانہ ہوئے اور بعض مخیر اور مخلص احباب کو یتامیٰ اور مساکین کی خدمت کی اہمیت بتا کر اور ان کے ذریعہ سامانِ خورد و نوش اور لباس کا انتظام کر کے واپس لوٹے ۔ خدا تعالیٰ نے آپکی سعی کو اس قدر مشکور فرمایا کہ چند گھنٹوں میں ہی اس قدر سامان جمع ہو گیا کہ سٹور کے کمرے بھر گئے اور تل دھرنے کی جگہ نہ رہی ۔

یہ بزرگ رشتہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے برادر نسبتی ، حضرت مصلح موعود کے ماموں حضرت سید میر محمد اسحٰق صاحب تھے ۔

کسی قوم یا جماعت کی ترقی اور اسمیں قربانی کی روح کو قائم رکھنے کیلئے یہ امر نہایت ضروری ہوتا ہے کہ اس کے یتامیٰ اور مساکین کی دیکھ بھال اور انکی ضروریات کو پورا کرنے کا انتظام کیا جائے ۔

حضرت میر صاحب کی سیرت میں یتیم پروری اور مسکین نوازی کا یہ پہلو بہت درخشاں ہے

اور آپ نے اس فریضہ کو جس شاندار اور مربیانہ طریق پر ادا کیا وہ آنیوالی نسلوں کیلئے مشعلِ راہ ہے۔ "دارالشیوخ" کے نام سے اپنی ذاتی ذمہ داری پر آپ نے ایک مستقل شعبہ کھول رکھا تھا جس میں بیسیوں محتاج افراد کے علاوہ ایک بڑی تعداد یتامیٰ اور مساکین کی پرورش پاتی تھی۔ نیم بورڈنگ کی صورت میں زیرِ تربیت نوعمر بچوں کی نگرانی کیلئے ایک باقاعدہ ٹیوٹر رکھا ہوا تھا۔ نابینا بچوں کو قرآن کریم حفظ کروانے کا بھی انتظام تھا۔ انہی یتامیٰ و مساکین میں سے بہت سے آج احمدیت کے علمی و روحانی آسمان پر جگمگا رہے ہیں۔

آپ کے مشفقانہ سلوک کے نتیجے میں وہ اپنے آپکو آپ کے گھر کا ہی ایک فرد سمجھتے تھے حتیٰ کہ آپکی بیگم صاحبہ کو امّی جان کہہ کر پکارتے تھے۔ جناب مولوی عبداللطیف صاحب بہاولپوری فرماتے ہیں :-

"عرصہ ڈیڑھ سال تک عاجز کو آپکے گھر میں رہنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد عاجز نے بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔ لیکن پھر بھی آپ اکثر اپنے گھر بلاتے اور اپنی مشہور و معروف عادتِ غریب نوازی سے ایسا سلوک کرتے جس طرح برابر کا کوئی دوست ہو۔ چنانچہ حضرت امّی جان (آپکی اہلیہ) ایک دفعہ خاکسار کے لئے انڈے فرائی کر کے روٹی لائیں اور تکرار سے کہا کہ کھا لو۔ لیکن میں انکار کرتا رہا آخر حضرت میر صاحب نے مداخلت کی اور فرمایا بھئی کھا لو۔ آپ کے لیے ہی خاص طور پر آپکی امّی پکا کر لائی ہیں۔ اصل میں جس طرح ماں بعض اوقات اپنے بچے کو ڈانٹتی ہے اس طرح کا ایک واقعہ اس سے قبل ہو چکا تھا اور امّی جان محض اپنی شفقت سے خاکسار کو مناتی تھیں"۔

محترمہ سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت میر صاحب فرماتی ہیں کہ :-

"غریبوں، بیواؤں اور یتیموں کی خدمت آپکی زندگی کا نچوڑ تھی۔ ان لوگوں کی خوشیوں کیساتھ آپکو دلی تسلی ہوتی تھی۔ بیسیوں غریبوں کی شادیاں کیں اور ہر چیز کا انتظام بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔ جماعتی تربیت اور تنظیم کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ غرض ہمارے بچپن کا ماحول بڑا ہی اچھا اور قابلِ رشک تھا"۔

ایک دفعہ دو نابینا طالبعلم بازار میں آپ کے قریب سے گزرے وہ روٹی اور سالن برتن میں لے جا رہے تھے۔ حضرت میر صاحب راستہ میں کسی دوست سے باتیں کر رہے تھے اور آپکا منہ دوسری طرف تھا کہ ایک نابینا مع سالن آپ سے ٹکرا گیا سالن آپ کے کپڑوں پر جو آپ جمعہ کی نماز کیلئے بدل کر آئے تھے گر پڑا اور وہ خراب ہو گئے۔ جب آپ کے صاحبزادہ میر محمود احمد صاحب نے جو اس وقت کمسن تھے توجہ دلائی کہ

ابا جان آپ کے کپڑے سالن گرا کر اس حافظ نے خراب کر دیئے ہیں تو آپ نے اس نابینا طالبعلم پر بالکل خفگی کا اظہار نہ فرمایا۔ اتنا کہا کہ جب رستہ پر چلو تو اونچی آواز میں السّلام علیکم کہتے جایا کرو تا کہ دوسروں کو آپ کے گزرنے کا علم ہوتا رہے ۔"

مولوی برکات احمد راجیکی صاحب مرحوم لکھتے ہیں :۔

"حضرت میر صاحب رحیم بخش کے افلاس اور غربت کے پیشِ نظر ہمیشہ ان سے حسنِ سلوک اور شفقت فرماتے۔ کئی دفعہ وہ یہ کہتے کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے فلاں چیز کھلائی ہے۔ اور حضرت میر صاحب اکثر انکی خواہش پوری فرماتے۔ میرے سامنے کی بات ہے کہ ایک دفعہ رحیم بخش صبح سویرے حضرت میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کیا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے مجھے دودھ کی کھیر کھلائی ہے۔ حضرت میر صاحب نے فرمایا ہم تمہارا خواب ابھی پورا کرتے ہیں اور کھیر تیار کروا کر انہیں کھلائی

جناب مولوی محمد اسماعیل صاحب ذبیح مرحوم فرماتے ہیں۔

" ایک دفعہ محلہ دارالرحمت کا ایک غریب آدمی آیا اس نے حضرت میر صاحب سے کچھ عرض کی۔ میر صاحب اندر تشریف لے گئے۔ ایک خالی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

" مجھے کمزوروں میں تلاش کرو۔ یعنی میں ان کے ساتھ ہوں۔ اور انکی مدد کر کے تم میری رضا کو حاصل کر سکتے ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ کمزوروں اور غریبوں کی مدد کی وجہ سے ہی تم خدا کی مدد پاتے ہو اور اس کے حضور سے رزق کے مستحق بنتے ہو"

" میں اور یتیم کی دیکھ بھال میں لگا رہنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور پھر آپؐ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملایا اور درمیان میں معمولی سا فاصلہ رکھا۔

(بخاری)

کنستر اور ایک روپیہ اس کے حوالے فرمایا اور کہا کہ ہمارے لیے مکّی کا آٹا لے آؤ۔ سستا زمانہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی کنستر بھر کر پیلی مکّی کا آٹا لے آیا۔ آپ نے فرمایا "میاں اسے اپنے گھر لے جاؤ۔"

ایک دفعہ حضرت میر صاحب جماعت کے دو بزرگوں کے ساتھ محو گفتگو تھے ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے اپنی کوٹھی کے پائیں باغ میں اس قسم کے پودے اور پیڑ لگائے ہیں۔ اور دوسرے بزرگ نے بھی اپنی کوٹھی کے باغ کے آموں اور امرود کے پیڑوں کا ذکر کیا عین اسی وقت دار الشیوخ کے چند یتیم و مسکین

طلباء جن میں سے بعض نابینا بھی تھے سامنے سڑک سے گزرے۔ حضرت میر صاحب نے ان بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

" میں نے تو یہ پودے لگائے ہیں خدا تعالیٰ ان کو سرسبز و شاداب رکھے"

یہی پیار اور شفقت تھا۔ جس کے جواب میں یتامیٰ و مساکین بھی آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں

" مجھے وہ واقعہ غالباً کبھی نہ بھولے گا۔ کہ جب حضرت میر صاحب کی وفات ہوئی۔ تو اس دن میں نے دیکھا کہ ایک غریب مہاجر بہشتی مقبرہ کی سڑک پر رو رہا تھا۔ اور جب میں اس کے پاس سے گزرا اور اسکی طرف نظر اٹھائی تو اس نے سسکیاں لیتے ہوئے مجھے کہا۔ " آج غریب بالکل یتیم ہو گئے ہیں " پھر کہنے لگا کہ " بارہ دن پہلے غریبوں کی ماں گزر گئی تھی اور آج باپ بھی رخصت ہوا " اسکا اشارہ حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہ اور حضرت میر محمد اسحٰق صاحب کی طرف تھا۔"

ایک مرتبہ ابلیس شدید بیمار پڑا اور نوبت جان کنی تک پہنچ گئی تمام پریشان حال شیاطین اکٹھے ہوئے اور دوا تجویز کی گئی۔ طے یہ پایا کہ کسی بے درد قاتل کے کلیجے کا لہو نچوڑ کر قطرہ قطرہ ابلیس کے منہ میں ٹپکایا جائے۔ چنانچہ ایک ایسے شخص کا کلیجہ لایا گیا جس کی تمام عمر قتل و غارت گری میں بسر ہوئی تھی۔..... اس کے کلیجے کا عرق نچوڑ کر وقفے وقفے سے ابلیس کو پلایا گیا مگر چنداں افاقہ نہ ہوا۔ تمام شیاطین ایک مرتبہ پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور غور و خوض کے بعد تجویز ہوا کہ کسی چور لٹیرے کے دل کا سفوف بنا کر دن میں متعدد بار استعمال کروایا جائے مگر یہ تدبیر بھی اکارت گئی۔ پھر تمام چیلے اس امر پر متفق ہوئے کہ کسی انتہائی گنہگار شخص کا بھیجا نکال کر ابلیس کو کھلایا جائے چنانچہ یہ علاج بھی آزمایا گیا۔ مگر نزع کی کیفیت ہنوز طاری رہی۔ بالآخر کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ کسی بے حس انسان کا جگر زہر میں ملا کر کھانے کو دیا جائے۔ یہ نسخہ کارگر ثابت ہوا اور پہلی ہی خوراک میں ابلیس نے آنکھیں کھول دیں۔

یقیناً بے حسی ہی وہ خطرناک زہر ہے جو ابلیسیت کی روح ہے، شیطان کا نسخۂ کیمیا ہے۔ مگر افسوس کہ آج ساری انسانیت اسی مرض الموت میں مبتلا ہے۔ زمین پر ہر طرف ظلم و استبداد کی حکمرانی ہے۔ جبر و تشدد کے سامنے انسانی افکار و احساسات دم سادھے کھڑے ہیں روزانہ ایران عراق جنگ کی (باقی صفحہ ۳۱ پر)

۔ تدبیر رفو کیا ہو کہ اب دستِ جنوں نے
رکھی نہ مرے کچھ بھی گریباں کی حقیقت
۔ آنکھوں سے ہے یہ دیدۂ گریاں نے دکھایا
کانوں سے سنا کرتے تھے طوفاں کی حقیقت

(دیوانِ ظفر)

آج کل عام طور پر نوجوان طبقہ منشیات کا خاص نشانہ بنتا جا رہا ہے اور منشیات فروش انہیں نشے کی لت میں پھنسا کر نئی نسل کو تباہ و برباد کر رہے ہیں خصوصاً ایسے نوجوان جو گھروں سے دل برداشتہ ہو کر آوارہ پھرنے لگیں اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔

موجودہ زمانے میں منشیات کے استعمال کی وبا صرف پس ماندہ گھرانوں کے نوجوان لڑکے اور لڑکیوں تک محدود نہیں بلکہ کھاتے پیتے امیر گھرانوں کے افراد نشہ آور چیزوں کا استعمال زیادہ کرنے لگے ہیں۔

منشیات کے عادی شخص کو جذباتی طور پر بیمار سمجھنا چاہیئے کیونکہ اس کی شخصیت اُلجھی ہوئی ہوتی ہے۔ وہ ہر وقت بے قرار اور بے چین رہتا ہے اور اپنی بے چینی کو دُور کرنے کے لیے منشیات کی طرف رجوع کرتا ہے۔ جو اس کی بے چینی کو عارضی طور پر سہارا تو دیتی ہیں لیکن مستقل طور پر مفلوج کر دیتی ہیں۔

نشہ آور ادویات انسان کی صحت پر بہت بُرا اثر ڈالتی ہیں بلکہ دماغی اور جسمانی صلاحیتوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہیں۔ چونکہ منشیات کا عادی ہر وقت اپنی طلب کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے وہ ان پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتا ہے یہاں تک کہ وہ کنگال ہو جاتا ہے اور پھر یا تو وہ بھیک مانگنا شروع کر دیتا ہے یا پھر چوری کرنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ منشیات روپے کے بغیر نہیں حاصل ہوتی بعض دفعہ یہ بُری لت اسے قتل جیسے قبیح فعل پر مجبور کر دیتی ہے اور وہ جیل کی کال کوٹھری تک پہنچ جاتا ہے اگر جیل سے واپس لوٹ آئے تو منشیات کا اور بھی کثرت سے استعمال کرتا ہے یہاں تک کہ منشیات کا عادی نشے کی لت میں زندگی کی بازی ہار دیتا ہے۔

منشیات کے عادی کو اگر مطلوبہ خوراک وقت پر نہ ملے تو اس کی طبیعت بے چین ہو جاتی ہے کمزوری اور نقاہت بڑھ جاتی ہے صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں، پٹھوں میں ٹیسیں اُٹھتی ہیں چھینکیں آتی ہیں کھانسی، نزلہ زکام اور اعصابی تناؤ ہو جاتا ہے پسینہ زیادہ آتا ہے قے

اور دست آتے ہیں بدن میں شدید درد ہوتا ہے اور اکثر چکر آتے رہتے ہیں بے ہوشی کے دورے پڑتے ہیں اور ایک اچھا بھلا انسان ذہنی توازن کھو بیٹھتا ہے۔

نشہ ایک زہر ہے جو آہستہ آہستہ انسان کو موت کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ انسانیت کے خلاف ایک بھیانک سازش ہے اور خاص ہمارے معاشرہ کے خلاف مغربی اقوام اس ہتھیار کو استعمال کر کے ہماری نوجوان نسل کو مفلوج کرنا چاہتی ہیں "تا غریب اقوام ہمیشہ امیر اقوام کی دست نگر بن کر رہیں۔ ہمیں اس لعنت سے اپنے معاشرہ کو پاک کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر عملی کوششیں کرنی ہوں گی ورنہ اگر ہمارا معاشرہ اسی طرح آگے بڑھتا رہا تو قریب ہے کہ تمام قوم بیمار ہو جائے اور غلامی کی زنجیریں ہماری گردنوں کو جکڑ لیں۔

پس اپنے ماحول پر نظر رکھیں۔ اور اگر کوئی شخص منشیات کی طرف بڑھتا محسوس ہو تو ہر طرح سے اسے بچانے کی کوشش کریں۔ ہمارا ایک ایک فرد بہت قیمتی ہے۔ اور انسانی زندگی کا کوئی مول نہیں۔

انسان کی عظمت کو ترازو میں نہ تولو
انسان تو ہر دور میں انمول رہا ہے۔

بقیہ:- آخر کب تک ۲۹ صہ سے آگے

خون آشام شاموں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ افریقہ کی قحط سالی کی سسکتی بلکتی صبحیں لاکھوں ان افلاس زدہ انسانوں کے نوحے سناتی ہیں۔ مگر 'انسانیت' یوں لگتا ہے کہ ابدی نیند سو چکی ہے۔ اور آدمیت کے لاشے پر گدھ پھڑ پھڑا رہے ہیں۔ اخوتِ قومی اور محبتِ ملی مدت سے عنقا اور انسانی ہمدردی کی روح عمر گزری قفسِ عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔

آخر یہ بے حسی کا طوفان ہمیں کہاں لے جائے گا۔ اس نفرت کے سمندر کی تلاطم خیز موجیں محبت کی آخر کس چٹان سے ٹکرا کر پلٹیں گی مگر نہیں اس طوفان کا تو کوئی کنارہ ہی نہیں۔ لامتناہی اور غیر محدود طوفان....

(مبشر مجید باجوہ - لاہور)

●

رہیں ہم دُور ہر بد کیش و بد سے
رہے صحبت ہمیں اہل وفا کی
رسول اللہؐ ہمارے پیشوا ہوں
ملے توفیق ان کی اقتدا کی

ساجد دواخانہ
شفاء منجانب اللہ ہے
اور ہر مرض کا علاج کرانا ضروری
ہے۔ صحیح اور شفاء بخش علاج
کیلئے کسی مستند تجربہ کار طبیب کا ہونا ضروری ہے
یہ شرائط پوری کرنے کیلئے مطب
حکیم نصیر احمد تنویر مستند طبیب درجہ اے
فون ۷۱۵

برائے فروخت
نئی موٹر سائیکل
ہنڈا CD 70
۱۰۴ کلومیٹر چلی ہوئی
رابطہ کیلئے
بھٹی برادرز
ہارڈ ویئر اینڈ
الیکٹرک سٹور
اقصیٰ چوک ربوہ

خدمت میں سب سے آگے
اون کی ہر قسم کی ورائٹی
ABC ٹاپ نٹ۔ نیو نٹ۔ ونٹا۔ بوبی نٹ
کشمینہ نیز کھلی اون دستیاب ہے۔
نیز دیگر روزمرہ استعمال کی اشیاء
جیولری، بنیاری، سٹیشنری، ہوزری
بارعایت خریدیں
بیوٹی سنٹر جنرل سٹور
بشارت مارکیٹ ربوہ

خوبصورت اور جدید زیورات کا مرکز
دلہن کا سنگھار
ہمارے زیورات
۴۱۲۴۷۱
طاہر جیولرز
19۔ شادمان مین مارکیٹ
لاہور

قوتِ سیاہ فام Black Power

کالے اور گورے کا فرق مٹ رہا ہے

مکرم ڈاکٹر سید ظہور احمد شاہ صاحب۔ کراچی

سائنس والوں نے اب اس بات پر عموماً اتفاق کر لیا ہے کہ دنیا کی اقوام میں فرق آب وہوا اور ماحول کے دباؤ کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے اور وہ لوگ جو رنگدار یا پورے سیاہ فام ہیں ان میں سورج کی شعاعوں کی برداشت کی طاقت گورے اور صاف رنگ والی شمالی اقوام کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ سائنس کی ابتدائی ترقی کے دَور میں سفید فام اقوام نے سیاہ فام یا نیم سیاہ فام اقوام پر عارضی برتری حاصل کی۔ زمانۂ حال یعنی صدی سے بھی کم عرصہ میں سفید اور سیاہ فام اقوام کے درمیان تکنیکی خلیج اتنی وسیع ہو گئی تھی کہ سیاہ فام اقوام کو سفید فام اقوام نے غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا۔ اکثر لوگوں کے نزدیک یہ خیال نہایت گھناؤنا ہے تاہم رنگدار لوگوں پر سفید فام اقوام کی برتری اب بھی بطور پیدائشی حق تصوّر کی جاتی ہے۔ حالانکہ قابلیت کے نقطۂ نظر سے اس کو بآسانی جھٹلایا جا سکتا ہے۔ لیکن جذباتی طور پر یہ بہر حال قائم ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ ایک نہایت ترقی یافتہ ملک ہے اور اسکی تہذیب دنیا میں سب سے بڑے مجموعۂ اقوام کی حامل ہے تاہم وہاں سیاہ فام اقوام کے متعلق جو معتدبہ تعداد میں ہیں گزشتہ صدی میں ڈرامائی انداز میں رویّہ تبدیل ہو چکا ہے اب سیاہ فام لوگوں کو غلامی سے نکال کر دوست ملازم کی حیثیت دیدی گئی ہے اور پھر نظریاتی اور حقیقی مساوات کے مقام پر لایا گیا ہے۔ اس تبدیلی کا اثر یہ ہوا ہے کہ سیاہ فام اقوام میں اپنا الگ نقطۂ نظر ترقی پا گیا کہ وہ لوگ اب غلامی سے نجات پا چکے ہیں اور امن کا سانس لینے لگے ہیں۔ حال ہی میں جب انہیں تعلیمی سہولتیں اور فراخدلانہ سیاسی آزادی دی گئی تو وہ ایک قدم اور آگے بڑھے اور جسمانی اور دماغی صلاحیت کی مساوات میں آ کر پیدائشی یا نسلی طور پر سفید فام اقوام پر برتری جتانے لگے یہ نیا قدم جو ابتدا میں شاذ کی حیثیت رکھتا تھا بڑی تیزی سے امریکہ سے نکل کر دنیا کے دیگر

ممالک تک پہنچ گیا اور ۱۹۶۰ء کے عشرہ میں اس عقیدہ نے پختگی اختیار کرلی کہ "سیاہ فام قوت" ایک حقیقت ہے۔ اور ان کا رنگ، جسمانی بناوٹ، خدوخال اور بال وغیرہ کسی طور بھی یورپی اقوام سے کم تر نہیں ہیں۔ چنانچہ جلد ہی سیاہ فام حلقوں میں اپنے گھنگریالے بالوں کو کنگھی سے بناوٹی طور پر سیدھا کرنے کا رجحان بطور فیشن جاتا رہا۔ یہاں تک کہ رنگ گورا کرنے والی اشیاء کا استعمال بلکہ امریکیوں کے لباس، معاشرتی عادات، طرزِ گفتگو اور تمدنی آداب کی نقل کرنا بھی انہوں نے ترک کر دیا اس کے ساتھ ساتھ اس بڑی نفسیاتی اونچی چھلانگ کے باعث انہوں نے سفید فام فرد کے معاشرتی نمونوں اور اسکی سیاسی مشینری کو ترک کر دیا اور اس یقین پر زور دیا کہ سیاہ فام اقوام کی سیاسی خود مختاری اور اپنی الگ حیثیت ہے نہ کہ سفید فام کی نقل۔

۱۹۷۰ء سے قبل ہی جب "قوتِ سیاہ فام" کی تحریک نے بہت زیادہ جارحانہ انداز میں پھیلنا شروع کردیا تھا تو اسوقت یہ خوف حقیقت اختیار کرگیا تھا کہ کھلم کھلا ٹکراؤ ہوگا جو امریکی شہروں میں خانہ جنگی کی صورت اختیار کرلے گا۔ لیکن بڑھتی ہوئی حریت پسند فراخدلی پر مبنی قوانین کے نفاذ سے نیز معاشرتی آزادی اور تعلیم کے بہتر مواقع فراہم کرنے کی وجہ سے سیاہ فام لوگوں کی تحریک میں سستی پیدا ہوگئی۔ چنانچہ ۱۹۷۰ء کے عشرہ میں امریکی سیاہ فام اقوام کی حالت میں ایک ڈرامائی تبدیلی رونما ہوئی اور انہوں نے اوسط طبقہ میں داخل ہونا شروع کردیا اور معاشرہ کے پیشوں مثلاً ڈاکٹری، قانون، سیاست، کاروبار اور سائنس وغیرہ کے شعبوں میں اس تیز رفتاری سے داخل ہوئے کہ گزشتہ بیس سال میں ایسا نہ ہوا تھا۔ شہروں میں ان کے "تنگ و تاریک علاقے" تو اب بھی موجود ہیں جو سفید اور سیاہ فام اقوام کے درمیان تنازعہ کا باعث بنے ہوئے ہیں جس کی ایک عمدہ مثال شہر بوسٹن میں دیکھی جا سکتی ہے لیکن اب دونوں اقوام مستقبل کی ناامیدی اور یاس کی بجائے تعلقات کی طرف مائل ہیں۔

یہ تحریک جزائر غرب الہند کی نوآبادیات میں بھی پہنچی جنہوں نے افریقہ کے ملک حبشہ کو جو نوآبادیاتی نظام سے باہر رہنے والا واحد ملک ہے اپنا روحانی اور نسلی مرکز بنایا۔ ان نوآبادیات سے یہ تحریک انگلستان پہنچی جہاں یہ لوگ اپنا تہوار ہر سال ماہِ اگست کی بینک ہالیڈے کے ہفتہ کی چھٹیوں میں مناتے ہیں۔

●

سائیکل کی سواری بڑی پُرلطف ہے۔ ایک اچھا سائیکل سوار ہمیشہ حادثے سے محفوظ رہتا ہے۔ لیکن جسطرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں ذمہ داری اور احتیاط کا فقدان ہے۔ اسی طرح سائیکل چلاتے وقت بھی بہت کم ٹریفک کے اصولوں کی پیروی کی جاتی ہے۔ اس لاپرواہی کا نتیجہ آئے دن افسوسناک حادثات کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔ سائیکل سوار حضرات اگر درج ذیل ہدایات کی پیروی کریں تو حادثات کا سدّباب مشکل نہیں۔

(۱) سائیکل پر سوار ہونے سے پہلے دیکھ لیجئے کہ اس کے بریک ٹھیک ہیں۔ گدّی تو اونچی نیچی نہیں۔ گدّی آرام دہ نہ ہو تو سائیکل سوار جلد ہی بے اطمینانی اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۲) ایسی سائیکل کا انتخاب کیجئے جس پر سوار ہونے کے بعد اگر پاؤں نیچے لٹکائے جائیں تو باآسانی زمین کو چھو سکیں۔

(۳) ہینڈل قد کے مطابق اتنا اونچا رکھیں کہ گدّی پر بیٹھنے کے بعد جسم کسی قدر آگے جھک جائے

(۴) ٹریفک کے قوانین کے مطابق سائیکل میں اگلی بتّی کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ رات کے وقت دورانِ سفر حادثات کا امکان ہے۔ اسی طرح پُشت کی طرف روشنی منعکس کرنے والا سُرخ شیشہ لگوائیے تاکہ پیچھے آنیوالی ٹریفک کو سڑک پر آپکی موجودگی کا علم ہو سکے۔

(۵) سڑک کے ساتھ اگر سائیکل سواروں کیلئے پٹڑی موجود ہو تو مین روڈ کی بجائے اسے ترجیح دیجئے۔

(۶) موٹر گاڑی یا بس کے پیچھے مناسب فاصلہ چھوڑ کر سفر کیجئے۔ تاکہ اگلی گاڑی اچانک رک جائے یا بریک لگائے تو سائیکل اس میں نہ جا لگے۔

(۷) بھاری گاڑیوں یعنی بسوں اور ٹرکوں کے پیچھے رکنا پڑے تو ہمیشہ مناسب فاصلہ چھوڑ کر ایسی سمت کھڑے ہوں جہاں سے ڈرائیور بیک ویو شیشے میں آپ کو باآسانی دیکھ سکے۔

(۸) موڑ کاٹتے یا دائیں بائیں مڑتے وقت خاص احتیاط کی ضرورت ہے جس سمت مڑنا ہو، ہاتھ سے اشارہ کیجئے تا پیچھے آنیوالے خبردار ہو جائیں

(۹) زیبرا کراسنگ پر سے اگر کچھ لوگ سڑک پار کر رہے ہوں تو سائیکل کی رفتار کم کر کے ہاتھ سے اشارہ کیجیے تاکہ پیچھے آنیوالی گاڑیاں بھی محتاط ہو جائیں۔ اشارہ دیئے بغیر اچانک سڑک پر رک جانا خطرے سے خالی نہیں پیچھے آنیوالی گاڑی کے ڈرائیور کو اگر آپ کے ارادے کا پتہ نہ چلا تو وہ بروقت بریک نہ لگا سکے گا اور آپ حادثے کا شکار ہو جائیں گے۔

۲۔ تیز دھار آلات اور نوکدار اشیاء

چاقو چھری، بلیڈ یا استرے سے بیکار نہ کھیلئے۔ بوقت ضرورت احتیاط سے استعمال کرنے کے بعد انہیں مقررہ جگہ پر رکھ دیجئے۔ نوکدار اشیاء ہوا میں اچھال کر انہیں پکڑنے کی کوشش نہ کیجئے۔ ورنہ زخمی ہو جائیں گے۔ انہیں زمین پر گرنے دیجئے پھر ہاتھ بڑھائیے۔ بچوں کی دسترس سے چاقو چھری اور بلیڈ ہمیشہ دور رکھئے

۳۔ بجلی

ہر شخص اچھی طرح جانتا ہے: بجلی خطرناک شے ہے۔ برقی کرنٹ لگنے سے انسان کی موت واقع ہو سکتی ہے۔ تار میں نقص پیدا ہو جائے تو مکان اور عمارتیں زبردست آگ کی لپیٹ میں آجاتی ہیں۔ اس کے باوجود برقی آلات، تار اور بٹنوں کو ہاتھ لگاتے وقت احتیاط سے کام نہیں لیا جاتا اور آئے دن حادثے رونما ہوتے رہتے ہیں۔

جب تک برقی مشینری اور آلات سے اچھی طرح واقفیت نہ ہو بجلی کے تار بٹنوں اور آلات کو ہاتھ نہ لگائیے۔ بہت سے من چلے دوسروں پر اپنی فنی قابلیت کا رعب جمانے کی خاطر ریڈیو یا ٹیلی ویژن کی مشینری کو ٹھونک بجا کر دیکھنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ انہیں کل پرزوں کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ یہ حرکت کسی وقت بھی خطرناک یا جان لیوا ثابت ہو سکتی ہے۔ برقی آلات میں نقص پیدا ہونے کی صورت خود ہی انہیں ٹھیک کرنے نہ بیٹھیں بلکہ فوراً متعلقہ کاریگروں یا فنی ماہرین سے رجوع کرنا چاہیئے۔

بجلی کا تار چاقو یا چھری سے کاٹنا انتہائی خطرناک ہے۔ اسے کاٹنے سے پہلے یقین کریں کہ اس کا کوئی سرا برقی بٹن کو چھو تو نہیں رہا۔ بجلی کی استری ریڈیو یا ٹیلیویژن کی تار لگانے سے پہلے ہمیشہ بٹن بند کیجئے۔ اس طرح پلگ میں اگر کوئی نقص یا خرابی ہو بھی تو آپ برقی جھٹکوں سے محفوظ رہ سکیں گے۔

ننھے بچوں کو اکثر ساکٹ میں انگلیاں ڈالنے یا کھلونے ٹھونسنے کی عادت ہوتی ہے۔ ان کی ہر وقت نگرانی رکھیں۔ اس دردِ سر سے بچنے کے لیے

اور انہیں باز رکھنے کیلئے ساکٹ میں مصنوعی پلگ لگادیں یا ساکٹ کے آگے بھاری بھرکم فرنیچر رکھدیں تاکہ بچے وہاں پہنچ ہی نہ سکیں۔

پانی بہترین موصل ہے برقی رو فوراً اسمیں سرائت کرجاتی ہے اسے برقی آلات چولہے ہیٹر وغیرہ سے دور رکھیں ورنہ سرکٹ شارٹ ہوتے اور جھٹکا لگنے کا اندیشہ ہے اسی طرح بجلی کا ہیٹر غسل خانے میں ہرگز استعمال نہ کریں یہ سخت خطرناک حرکت ہے۔

۴. سوئی گیس

استعمال کے بعد ہمیشہ سوئی گیس کے چولہے اچھی طرح بند کردیں سوئی گیس کے چولہوں اور آگ سے چھیڑ چھاڑ نہ کیجیے۔ ذراسی بے احتیاطی سے یہ چولہے دھماکے سے پھٹ جاتے ہیں اور کئی افراد کو زخمی کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ چولہا جلانے کیلئے درج ذیل احتیاطیں مدنظر رکھیں:۔

۱۔ سب سے پہلے ماچس کی تیلی جلائیے
۲۔ پھر گیس کا سوئچ کھولیں۔
۳۔ آگ جلائیے۔
۴۔ تیل کو ہمیشہ دور رکھیئے۔

۵. دوائیں

گھر میں دوائیں اور جراثیم کش پاؤڈر وغیرہ ہمیشہ کسی محفوظ اور اونچے مقام پر رکھیے جہاں بچوں کا ہاتھ نہ پہنچ سکے۔ ورنہ کیپسول اور گولیوں کو ٹافی سمجھ کر نگل جائیں گے اور نقصان اٹھائیں گے اس ہدایت پر عمل نہ کرنے سے گھروں میں چھوٹے بچوں کی زہر خورانی کے واقعات کثرت سے پیش آتے رہتے ہیں۔

گھر میں مریض ہو تو اسے دوا پلانے سے پہلے دوا کا نام اور لیبل اچھی طرح پڑھ لیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ جلدی میں غلطی سے مریض کو کوئی زہریلی دوا پلا دیں اور لینے کے دینے پڑ جائیں

مکرم ظہور الدین صاحب باجوہ ایم اے
گجرات

حضرت امام شافعیؒ کا ایک قول ہے "الوَقتُ سَیفٌ" یعنی زندگی کے ممکناتِ فطری کی تحصیل اور اعلیٰ انسانی صفات کی تسخیر کیلئے وقت تمہارے ہاتھ میں ایک تلوار ہے سو ہمت کرو اور اسے بیکار مت چھوڑو۔

میر دردؒ فرماتے ہیں۔

بے فائدہ انفاس کو ضائع نہ کر اے دوست
ہر دم دمِ عیسیٰ ہے تجھے پاس نہیں ہے

وقت ایسی گراں قدر دولت کی ہماری قومی زندگی میں جتنی بے قدری کی جاتی ہے شاید ہی اور کسی چیز کی کی جاتی ہو۔ گھر اور باہر کی زندگی میں، دفتر، کارخانوں، ہوٹلوں اور بازاروں میں اس وقت کی دولت کو بے دریغ لٹایا جاتا ہے اور اپنی زندگی کا بیشتر قیمتی حصہ بیکار گزار دیا جاتا ہے۔ ایک عام اندازے کے مطابق ہم اپنی زندگی کا ۱/۳ حصہ تو سو کر گزار دیتے ہیں گویا اگر کسی کی اوسط عمر ۵۰ سال شمار کی جائے تو سونے کا عرصہ تقریباً سترہ سال بن جاتا ہے۔ ہمارا عام آدمی ہر روز تقریباً چار گھنٹے صحیح طور پر کام کرتا ہے۔ گویا ۲۴ گھنٹے میں صرف چار گھنٹے یعنی سارے دن کا ۱/۶ حصہ اور اس طرح عمر کے کل ۵۰ سال شمار کئے جائیں تو کام کا عرصہ صرف ۸ سال بنتا ہے۔ باقی ۲۵ سال بیکار جاتے ہیں جن میں سے ابتدائی دَور کو اگر خارج کر دیں تو کم از کم آٹھ دس سال ایسے ہونگے کہ جن میں مزید کام کیا جا سکتا تھا۔ گویا پہلے کام کے آٹھ سال میں مزید اتنا عرصہ شمار کر کے اپنی زندگی میں اپنا

سیدنا حضرت مولانا نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

" قرآن میری غذا، میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے۔ اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنیوالی بنائی ہے اور میں ہمیشہ دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کیا کرتا ہوں۔ "

حصہ پہلے سے دوگنا حاصل کیا جا سکتا تھا مگر ہم اپنے قیمتی وقت کو بے کار گنواتے ہیں اور

ع صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یونہی تمام ہوتی ہے

کے مصداق ہم اپنی قیمتی متاع کو ضائع کر دیتے ہیں ۔ کاہل لوگ ساری زندگی صبح کو شام اور شام کو صبح کے منصوبے بناتے ہیں اور آجکا کام کل پر ٹالتے ہوئے شام زندگی تک پہنچ جاتے ہیں اپنی زندگی میں اگر وہ اس وقت کو صحیح طور پر گزارتے تو اپنا مقام بلند کرتے اور قوم و ملک کیلئے باعث عزت و شہرت ہوتے اور اپنے لیے بھی ۔ دنیا میں بے شمار ایسی شخصیات گزری ہیں جنہوں نے باقاعدگی سے کسی کام کو دھن کے ساتھ کرکے اس میں مہارت حاصل کی اور ہر طرح کی بلندی پائی ۔ دنیا کی ساری ترقیات کے پیچھے وقت کی کارفرمائی نظر آتی ہے اور قومی اور ملی سطح اور انفرادی سطح پر بھی عظمتوں کا راز بڑی حد تک وقت کے صحیح استعمال میں ہے ۔

ہم میں سے کوئی اپنی جیب سے روپے نکال نکال کر باہر پھینکنا پسند نہیں کرتا کہ اس کے خیال میں یہ نقصان اور بیوقوفی ہے مگر جس وقت کو صرف کرنے کے نتیجہ میں وہ روپے حاصل ہوتے ہیں ۔ اس وقت کو ضائع کر دینا بڑی معمولی سی بات سمجھا جاتا ہے ۔ ہمارے ہاں نہ سونے اور جاگنے کا کوئی وقت مقرر ہے ، نہ کھانے پینے کا اور نہ سیر و تفریح کا اور ملاقاتوں کا ۔ بلکہ جب اور جس وقت جو جی چاہا شروع کر دینا ایک عام سی بات ہے ۔ ترقی یافتہ اقوام میں صورتِ حال یکسر مختلف ہے ۔ وہاں ممکن نہیں کہ آپ وقت لیے بغیر کسی سے ملنے چلے جائیں یا ملاقات کے لیے مقررہ وقت سے زیادہ وقت لے لیں ۔ وہاں ہر کام مناسب وقت میں ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ ایک شخص کی طبیعت خراب ہے اس کا کسی کام کو جی نہیں چاہتا تو وہ اپنے دوستوں کے ہاں جا کر ان کا وقت بھی برباد کرے یہاں تو مروّت کے یہ رنگ بھی دیکھنے پڑتے ہیں کہ وقت بے وقت کی سمع خراشی اور دخل در معقولات کا انبار لگا ہوا ہے ۔ اپنے معمولات کو تبدیل کرکے دوسرے کے مطابق چلنا پڑتا ہے لیکن جو لوگ اپنے وقت کی قدر کرتے ہیں اس کا پاس اور احساس کرتے ہیں ان کے ہاں ایسے معاملات دیکھنے میں نہیں آتے ۔ وہ بھی اپنے اوقات میں سیر و تفریح کے مواقع رکھتے ہیں مگر اس مقولے پر عمل کرتے ہیں " کہ کھاؤ بادشاہوں کی طرح اور کام کرو مزدوروں کی طرح " مگر ہم لوگ کھانا بھی بادشاہوں کی طرح کھانا چاہتے ہیں اور کام کرنے کے معاملہ میں بھی بادشاہ ہی بننا پسند کرتے ہیں اور اپنی بے عملی اور کاہلی کے جواز میں تقدیر کو آڑ بنا لیتے ہیں ۔

جب وقت ضائع کیا جاتا ہے تو معاملہ صرف وقت کے ضائع کرنے تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ اپنی بربادی کا سامان بھی بنتا ہے کیونکہ جب وقت کو صحیح رنگ میں استعمال کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ زیادہ بہتر نہ سہی کم بہتر تو نکلے گا ہی مگر جب وقت کو ضائع کیا جائے گا تو اس کا نتیجہ ہر حالت میں بدتر ہی نکلے گا۔ وہ ہر طرح سے نقصان دہ پہلو ہی لیے ہوئے ہوگا اگر یہ بیکاری کا رنگ ہوگا تو "بیکار آدمی کا دماغ شیطان کا کارخانہ" کے مصداق وہ شخص کوئی بھی بھلی بات نہ سوچے گا۔ بری ہی سوچے گا۔ آوارہ گردی ہوگی یا دوستوں کی بیکار محفل ہوگی۔ فضول اور لایعنی رسالوں کی ورق گردانی اور گپ شپ جس کا مقصد محض وقت گزاری یا دوسرے لفظوں میں جیسا کہ عرفِ عام میں کہا جاتا ہے کہ (TIME KILL) کر رہے ہیں۔ ایسی برباد شخصیت کے لوگ قوم اور ملک کا سرمایہ نہیں بلکہ بوجھ ہوتے ہیں۔ باعثِ افتخار نہیں بلکہ باعثِ رسوائی ہوتے ہیں۔ گہری نظر سے دیکھا جائے تو وقت دراصل زندگی کا ہی دوسرا نام ہے۔ زندگی کا شمار بھی تو وقت کے پیمانہ سے ہی ہوتا ہے۔ اور جب ہم وقت برباد کر رہے ہوتے ہیں تو دراصل زندگی برباد کر رہے ہوتے ہیں زندگی انسان کو ایک بار ہی ملتی ہے۔ اس کا جو لمحہ گزر جاتا ہے وہ واپس نہیں آتا۔ میں سمجھتا

> حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:
>
> "تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجّہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کیلئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھائیں اور خدا سے خاص انعام پائیں۔" (الوصیت صفہ)

ہوں کہ ان لمحوں کو بیکار گنوانا چھوٹے پیمانہ کی خودکشی ہے۔ جو ہم میں سے اکثر کرتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں۔

عجیب بات ہے کہ روپیہ خرچ کرنے کیلئے بجٹ بنایا جاتا ہے کچھ نہ کچھ کنٹرول کیا جاتا ہے مگر وقت کو خرچ کرنے کے بارے میں سارے کھاتے کھلے رکھے جاتے ہیں۔ اور اس پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جبکہ وقت کی دولت روپے سے قیمتی ہے۔ کہتے ہیں سکندر اعظم نے مرتے وقت کہا تھا کہ اے کاش مجھ سے کوئی میری ساری سلطنت لے لے اور مجھے جینے کیلئے چند لمحات اور دیدے مگر اسکی یہ خواہش پوری نہ ہو سکی افسوس ہمیں جیتے جی کتنی سالوں کی قدر نہیں ہوتی

مگر مرتے وقت چند لمحات کو ترستے ہیں ۔ کہ انہیں پکڑ لیں ۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ امام جماعت احمدیہ نے وقت کی قدر و قیمت کا احساس دلاتے ہوئے ایک خطبہ جمعہ میں احبابِ جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" دعا کریں کہ آپ میں بھی یہ
احساس زندہ رہے ، ہمیشہ
اور پوری شدّت کے ساتھ کہ
ایک احمدی کی زندگی کا ایک لمحہ
بھی ضائع نہیں ہونا چاہیئے "

اسی سلسلہ میں آپ نے حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے ایک الہام کا بھی ذکر فرمایا کہ

" اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ
الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ "

کہ تیرا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا ۔ ضائع نہیں ہوگا "

کامیاب زندگی جہدِ مسلسل کا نام ہے اور اس میں کسی مقام پر ٹھہراؤ نہیں ہے اس میں کوئی کامیابی منزل نہیں ہوتی بلکہ نشانِ منزل ہوتی ہے ۔ ایسے میں فرصت کے لمحات کہاں ۔

میسّر آتی ہے فرصت فقط غلاموں کو
نہیں ہے بندۂ حُر کے لیے جہاں میں فراغ

اے کاش ہمیں یہ شعور نصیب ہو کہ ہم وقت کی قدر و قیمت کو سمجھیں اور اپنے لئے اور

(باقی صد ۴۲ پر)

جغرافیہ

(AMSTERDAM) نیدرلینڈ کا دارالحکومت اور ایک بہت اہم بندرگاہ ہے۔ شمالی ہالینڈ میں واقع ہے۔ اپنے طرزِ تعمیر کے اعتبار سے دنیا میں منفرد شہرت رکھتا ہے۔ اور "شمال کا وینس" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ ایمسٹرڈم کی طرزِ تعمیر کا اثر واضح طور پر موجودہ لینن گراڈ (روس) اور برازیل کے بعض شہروں میں جھلکتا ہے۔ ایمسٹرڈم کے آس پاس ۹۰ جزیرے ہیں جنہیں نہروں اور پلوں نے ایک دوسرے کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ پرانے شہر میں لکڑی کے بڑے بڑے کندوں کو دلدلی زمین میں دھنسا کر تعمیر کئے گئے ہیں۔

ایمسٹرڈم کی بنیادیں ۱۲۴۰ میں رکھی گئیں جب دریائے ایمسٹل پر بند باندھا گیا تھا سترہویں صدی میں ایمسٹرڈم کو دنیا کے تجارتی مراکز میں ایک نمایاں اور واضح مقام مل چکا تھا۔ اس وقت بھی ایمسٹرڈم دنیا کے چند بڑے تجارتی مراکز میں سے ایک ہے ہیرے اور جواہر تراشی یہاں کی خاص صنعت ہے۔ اس کے علاوہ ایمسٹرڈم میں کئی بڑی صنعتیں بھی قائم ہیں۔ جن میں جہاز سازی، طباعتی مشینیں، ہوائی جہاز، ریشم اور رنگائی کی کیمیائی اشیا کی صنعتیں ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ ایمسٹرڈم اپنی قدیم عمارتوں کی وجہ سے بھی شہرت رکھتا ہے۔ سینٹ نکولس کا گرجا میوزک اور آپیرا ہال، ایمسٹرڈم یونیورسٹی، شاہی محلات، عجائب خانہ کی عمارت فنِ تعمیر کا شاہکار سمجھی جاتی ہے۔

اسپینوزا جو دنیا کے عظیم فلسفیوں میں سے ایک ہے اور جس کے فلسفۂ اخلاقیات نے فلسفہ کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا تھا اسی شہر میں پیدا ہوا تھا۔ عظیم مصوّر ریمبراں نے بھی اسی شہر میں آنکھ کھولی تھی۔ اس کی قبر ایمسٹرڈم میں موجود ہے۔ اور جس گھر میں اس نے اپنی زندگی گزاری اب اسے ایک یادگار قرار دیا جا چکا ہے۔

دوسری جنگ عظیم میں ایمسٹرڈم مئی ۱۹۴۰ء سے مئی ۱۹۴۵ء تک نازیوں کے تسلط میں رہا مگر شہر کو بہت کم نقصان پہنچا۔ ۱۹۷۴ء میں ایمسٹرڈم کی آبادی سات لاکھ ستتر ہزار تھی۔

بقیہ: از صفحہ ۴۱ سے آگے

اپنی قوم و ملک کیلئے ان قیمتی لمحوں کو ضائع نہ کریں بلکہ کسی کام میں گزاریں۔ اگر ہمارا یہ وقت خدمتِ دین میں صرف ہو تو اس سے ہمارا خدا بھی ہم سے راضی ہو جائیگا۔

★

تعمیلِ حکم

حضرت عبداللہ حنیف رحمۃ اللہ علیہ شیراز کے شاہی خاندان کے متمول فرد تھے۔ مگر تکلفات اور شاہی شان و شوکت سے بالکل بے نیاز۔ سچی عبادت اور طویل مجاہدہ سے خدا کا اس قدر قرب حاصل کیا کہ اپنے زمانہ کے قطب تسلیم کئے گئے۔ چھوٹی چھوٹی مثالوں اور واقعات سے سبق دینا آپ کا خاص امتیاز تھا۔

حضرت عبداللہ حنیف کے دو خاص مُرید احمد نام کے تھے۔ آپ ان کو ان کی عمر کے لحاظ سے احمد مِہ اور احمد کِہ کے نام سے پُکارتے تھے۔ آپ کو احمد کہ سے بہت انس اور محبت تھی۔ حالانکہ عبادت و ریاضت میں احمد مِہ کا کوئی جواب نہ تھا۔ دوسرے مریدوں نے جب دیکھا کہ ایک بہت اعلیٰ دیندار کے مقابلے میں حضرت کو ایک کمتر درجے کے مُرید سے زیادہ لگاؤ ہے تو وہ پریشان ہو گئے۔ اور پھر یہ پریشانی حسد میں تبدیل ہو گئی۔

حضرت عبداللہ حنیفؒ نے فراستِ ایمانی سے ان کی کیفیت کو بھانپ لیا اور ایک دن سب مریدوں کو اپنے پاس بُلایا اور پہلے احمد مِہ سے فرمایا کہ میرے اونٹ کو جو باہر بندھا ہوا ہے چھت پر لے جا کر باندھ دو۔ اس نے کہا حضرت یہ ناممکن ہے۔ انہوں نے دوبارہ کہا مگر اس نے کہا کہ اونٹ کوئی بھیڑ بکری تو نہیں کہ اسے چھت پر لے جاؤں نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے اس لیے مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔

پھر آپ نے احمد کِہ کو بلایا اور اسے بھی وہی حکم دیا تو وہ فوراً آستین چڑھا کر تعمیلِ حکم میں لگ گیا۔ اس نے اونٹ کو دونوں ہاتھوں میں سمیٹ کر اُٹھانے کی کوشش کی مگر یہ کیسے ممکن تھا، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور ارد گرد سے بے نیاز ہو کر اپنے کام میں لگا رہا۔ اتنے میں حضرت عبداللہ حنیفؒ اپنے مریدوں کو لے کر اس کے پاس آئے تو سب نے دیکھا کہ وہ پسینے میں شرابور اونٹ کو اوپر اُٹھانے کی جدوجہد میں ہلکان ہو رہا ہے مگر اونٹ کو ذرہ برابر حرکت بھی نہیں دے سکتا۔ آپ نے اس سے کہا کہ بیٹھ جاؤ اور پھر سب مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

مَیں نے احمد مِہ اور احمد کِہ دونوں کو ایک ہی حکم دیا۔ جو ان میں سے زیادہ عبادت گزار تھا وہ اپنی عبادت پر نازاں رہا اور میرے حکم کی بجا آوری کی بجائے عذر پیش کر دیا۔ مگر احمد کہ نے میرے حکم کے ممکن یا ناممکن ہونے پر بحث نہیں کی اور نہ لیت و لعل سے کام لیا بلکہ تعمیل حکم میں مصروف ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں احمد کہ کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔

یاد رکھو درگاہ الٰہی میں تعمیل حکم کی قدر ہے۔ عبادت و ریاضت اور بحث و تمحیص کی نہیں۔ علم و فضل بھی وہی مفید ہے جو سرِ تسلیم خم کرنا سکھا دے۔

سو فیصد بجٹ ادا کرنیوالی مجالس خدام الاحمدیہ

اخبار مجالس

۱۹۸۴-۱۹۸۵ء

ذیل میں ایسی قابلِ تقلید مجالس خدام الاحمدیہ کے نام بغرض دعا شائع کئے جا رہے ہیں جنہوں نے سال ۸۵-۱۹۸۴ کا بجٹ سو فیصد ادا کر دیا ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء

مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

ضلع پشاور۔ اچینی پایاں۔ پبی۔ ضلع بھکر۔ بھکر شہر۔ حیدر آباد تھل۔ ضلع ساہیوال۔ چک ۹۲ ۱۲-ایل
ضلع راولپنڈی۔ گوجر خاں۔ چنگا بنگیال۔ کہوٹہ۔ مندرہ۔ ضلع مظفر گڑھ۔ چک ۳ ایم-آر۔ چک ۲۶۲ ٹی ڈی اے۔ علی پور گھلواں
ضلع جہلم۔ محمود آباد۔ چیپبورڈ فیکٹری۔ چکوال۔ ڈنڈوت۔ پنڈ دادنخاں
ضلع گجرات۔ کنجاہ۔ سدو کی۔ جسوکی۔ چوکنانوالی۔ لنگے۔ سعد اللہ پور۔ معین الدین پور۔ کڑیانوالہ۔ فتح پور۔ رسول کالج
چک سکندر۔ پوڑانوالہ۔ سماعیلہ۔ چک ۲۶ ع۔ ضلع لیہ۔ چک ۱۷۲ ٹی ڈی اے۔ چک ۲۷۹ ٹی ڈی اے
ضلع میرپور۔ میرابھڑکا۔ نگیال دتیال ضلع راجن پور۔ راجن پور شہر۔ اللہ آباد۔ داجل۔ عمرکوٹ
ضلع کوٹلی۔ چرناڑی ضلع ڈیرہ غازی خاں۔ ڈیرہ غازیخاں شہر۔ محمود آباد۔ بشیر آباد۔ کوٹ قیصرانی
ضلع لاہور۔ وحدت کالونی۔ سلطان پورہ۔ اسلامیہ پارک۔ ٹاؤن شپ۔ جاہمن۔ بدری۔ کون کے۔
ضلع قصور۔ قصور۔ جوڑہ۔ چونیاں۔ پتوکی۔ علی پور چک ۶ ع۔ حویلی شیر محمد
ضلع سیالکوٹ۔ سلیم پور۔ درگانوالی۔ معراجکے۔ چک سدیو۔ دولم کاہلواں۔ گھسیوہ باجوہ۔ مہدی پور کھقووالی۔
سوکن ونڈ۔ مالو کے بھلی۔ داتہ زیدکا۔ کوٹ گوندل۔ عزیز پور ڈیگری۔ منڈیکے گورایہ۔ موسے والا۔
ترسکہ میاں۔ گوئند کے۔ دسن کے۔ کوٹ کرم بخش۔ کالاگھمناں۔ باڈھا گورایہ۔ ملو کے۔ کوٹ گھمن۔ ساہووال
پمپ احمد آباد۔ میانہ پنڈ۔ کنجروڑ۔ بھلور۔ سدوال پنواں۔ گھٹیالیاں خورد۔ اگو کی ماڈل ٹاؤن
کوٹلی نتھو ملی۔ بن باجوہ۔ سیالکوٹ شہر۔ کوٹ آغا۔ قلعہ کاسروالا۔ ڈسکہ کلاں۔ بھروکے کلاں۔
جھنڈو ساہی۔ رائیکے۔ ملیانوالا۔ پہاڑنگ اونچا۔ ضلع شکارپور۔ شکارپور۔ جیکب آباد۔ گدو بیراج
ضلع گوجرانوالہ۔ گوجرانوالہ کینٹ۔ دولووالی۔ کوٹ شیرا۔ سادھوکے۔ قیام پور درکاں۔ گرمولا درکاں۔ قلعہ سنگیال
چک پٹھان۔ وزیر آباد۔ لویریوالہ۔ موہن کے چٹھہ۔ علی پور چٹھہ۔ بھڑی شاہ رحمٰن۔ کولوتارڑ۔ بھاکا بھٹیاں
سکھیکی منڈی۔ مانگٹ اونچے۔ نوٹیکے۔ بھڑی چٹھہ۔ نوکھر۔ دلاور چیمہ۔ جہالن۔ کوٹ مرزا جان۔ ڈیرانوالی
ضلع شیخوپورہ۔ شیخوپورہ شہر۔ منڈی فاروق آباد۔ سچا سودا۔ غازی اندرون۔ بکھی انا۔ کھیر سر۔ کوٹ سوندھا
ڈیرہ ڈوگراں۔ ڈیرہ داد پوترے۔ کلسیاں۔ کوٹ رحمت خاں۔ چک ۱۶۹ ع۔ گرمولا۔
چک ۷۹ ع۔ نواں کوٹ۔ چک ۱۸ ع۔ بھوڑو۔ چک ۲۵۔ سٹھیالی۔ چک ۳۳ ع۔ دھاروالی۔ چک ۴۵ ع۔ مرڑھ

سانگلہ ہل۔ چک ۱۱۷ ع چھور۔ کوٹلی چھور۔ چک ۵ ع رتیاں۔ چک ۱۴ ع جید۔ آروکے۔ بلڑھ کے۔ باہومان۔ آئینہ۔ کالیہ۔ چوڑہ سکھر۔ وار برٹن۔ کرمپورہ۔ احاطہ لنگا۔ جھنگڑ حاکم والا۔ ننکانہ صاحب۔ چک ۲ ع گ ب۔ کوٹ دیال داس۔ ستید والا۔ چک ۲۲۔ چک ۱۰/۶۳ منشی والا۔ شاہ مسکین۔ شوکت آباد۔ کالی بیر۔ بھوئیوال۔ نارنگ منڈی۔ گچھلی ورک۔ ۵/۷ کرتو۔ مرید کے منڈی۔ بیداد پور ورکاں۔ کوٹ عبدالمالک کیلے۔ شاہ کوٹ۔ منڈی ڈھاباں۔ چک ۳ ع۔ سرائے۔ بوڑھے آٹھ چک ۱۲۵ ع جیلیکی۔ رنگڑ تنگل۔ بھینی شرقپور ۵۳۔

ضلع سرگودھا۔ سلانوالی۔ ادرحماں۔ کوٹ موہن۔ چک ۳۳ جنوبی۔ چک ۳۵ جنوبی۔ چک ۳۸ جنوبی۔ چک ۵۴ جنوبی نصیر پور خورد۔ بلال پور۔ چک ۶۴ شمالی۔ چک ۸۷ شمالی ہننگ۔ چک ۸۶ جنوبی۔ سرگودھا شہر۔ چک ۳۵ شمالی چک ۸۸ شمالی۔ چک ۹۹ شمالی۔ چاہ سردار والا۔ بھابھڑہ۔ ہجکہ۔ چک ۳۲ جنوبی۔ چک ۴۱ جنوبی۔ چک ۱۷ جنوبی۔ چک ۸۱ جنوبی۔ منڈی شاہ نکڈر۔

> حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔
> ”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم اس بات کو خوب یاد رکھو۔۔۔۔۔۔ دولت مند کا بہشت میں داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا اسکی وجہ یہ ہے کہ اسکا مال اس کے لئے بہت سی روکوں کا موجب ہو جاتا ہے اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا مال تمہارے واسطے ہلاکت اور ٹھوکر کا باعث نہ ہو تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اسے دین کی اشاعت اور خدمت کیلئے وقف کردو۔“
> (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۲۹۵)

ضلع خوشاب۔ چک ۸ ایم بی۔ چک ۳۹ ایم بی۔ چک ۲۔ ٹی۔ ڈی۔ اے۔ روڈہ۔ ڈیرہ جانن خاں۔ مجوکا لیکا۔ عمر آباد احمد آباد جنوبی۔ قائد آباد۔ بھان احمدیہ۔ بوستان جان الجوزہ۔ حویلی مجوکہ۔ کھائی کلاں۔ چک ۳۹ ڈی۔ بی۔ جوہر آباد۔

ضلع میانوالی۔ میانوالی شہر۔ سکندر آباد۔ چک ۱۶ ایم ایل۔ چک ۱۵ ڈی۔ بی۔ مکڑوال ضلع جھنگ جھنگ صدر شہر۔ عنایت پور بھٹیاں۔ چنیوٹ۔ احمد نگر۔ ریکا نسوآنہ۔ ککی نو۔ چک ۹۴۔ چک ۱۰ ع۔ چک ۵ ع ربوہ ضلع فیصل آباد۔ دار الذکر۔ چک ۸۸ ج ب حیانہ۔ چک ۱۱۴ ر ب چوہڑی۔ چک ۲۷۵ ج ب۔ ر ب کرتار پور۔ چک ۳ ایل۔ چک ۴۱ گ ب سقیانہ بنگلہ۔ چک ۴۱ گ ب۔ چک ۲۱۰ گ ب۔ چک ۲۷۸ گ ب۔ شیر کا چک ۱۷۴ گ ب۔ چک ۲۵ گ ب چک ۵۵ گ ب۔ چک ۲۷ گ ب۔ چک ۵۴ گ ب۔ چک ۱۳۲ ر ب۔ چک ۵۲ گ ب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ چک ۵۸ ٹکڑہ۔ چک ۲۵۴ ج ب۔ چک ۳۱۶ ج ب تلونڈی۔ چک ۳۰۰ ج ب۔ پیر محل۔ رجانہ۔ گوجرہ۔ چک ۵۸ ٹکڑہ ۳ چک ۵۱۹ گ ب گگو وال۔ چک ۳۰۴۔ ۹۴ ج ب۔ چک ۲۴۳ گ ب۔ چک ۲۸۷ ج ب پل سکھور۔ چک ۲۸۷ گ ب جنوبی۔ چک ۴۸۸ گ ب چو بلہ۔ جنگل امام شاہ۔ کمالیہ۔ ضلع وہاڑی۔ گگو منڈی چک ۲۸۵۔ ای بی۔ چک ۳۷۲ ای بی۔ چک ۹۱۴ ای بی۔ چک ۳۴۵ ای بی۔ ضلع سکھر۔ گوٹھ عنایت اللہ۔ ڈاہر کی۔ روہڑی۔ میرپور ماتھیلو۔ تیغ عاقل۔ ضلع خیر پور۔ گوٹھ نبھتے خاں۔ گوٹھ فتح دین۔ گوٹھ سلطان علی۔ گوٹھ غلام محمد۔ گوٹھ مولوی عبدالسلام۔ جمال پور۔ ضلع نواب شاہ۔ گوٹھ عطا محمد۔ دوڑ۔ بحریا روڈ۔ مورو۔ قمر آباد۔ محراب پور ضلع حیدر آباد:۔ گوندل فارم۔ ٹنڈو اللہ یار۔ بشیر آباد اسٹیٹ۔ حیدر آباد۔ لطیف آباد۔ کوٹری ٹنڈو جام۔ مبارک آباد۔ سنجر چانگ۔ نواز آباد فارم ضلع سانگھڑ۔ چک ۲۴ ع گوٹھ عبدالغنی گوٹھ احمد پور۔ روشن آباد۔ ضلع بدین۔ کھوسکی چک ۷ بی اے الف۔ صابن دستی۔ ضلع بہاول نگر۔ چک ۵۶/۴ آر۔ ہارون آباد۔ فورٹ عباس۔ ڈہریانوالہ۔ چک ۱۸۴/۷ آر۔ چک ۱۸۵/۷ آر۔ چک ۱۶۶ مراد۔ چک ۲۰۱ مراد۔

ضلع ملتان۔ کھاد فیکٹری۔ دنیاپور۔ چک ۲۴ ایم۔ چک ۱۷۰/۱۰-آر۔ چک ۹۱ الف۔ چک ۱۰۱/۱۵-ایل۔ صادق آباد (قطب پور)۔ چاہ گھنے والا جہانیاں۔ باگر سرگانہ۔ خانیوال شہر۔ چوپڑ ہٹہ۔ ملتان کینٹ۔ چک ۱۰/۱-آر۔ چک ۳۶۶ ڈبلیو بی۔ چاہ مہندی رتہ۔ ضلع بہاولنگر۔ بہاولپور شہر۔ چک ۸۹ ڈی۔ بی۔ چک ۱۹۰ مراد۔ سمہ سٹہ۔ احمد پور شرقیہ۔ چک ۱۱۳ ڈی۔ بی۔ چک ۸۴ الف فتح۔ چک ۱۶۱ مراد۔ چک ۱۶۳ ڈی۔ بی۔ اوچ شریف۔ ضلع اوکاڑہ۔ صدر گوگیرہ۔ منڈی ہیرا سنگھ۔ چک ۵۵/۲-ایل۔ چک ۲/۱-آر۔ چک ۴۵/۲-آر۔ چک ۳-ایس۔ پی۔ حویلی لکھا دساد یوالہ۔ چک ۵۳/۲-ایل۔ چک ۱ ایس۔ بی۔ اوکاڑہ شہر۔ میرک۔ ضلع رحیم یار خاں۔ بستی کندھارا سنگھ۔ بستی بابا اللہ بخش۔ بستی عبداللہ موضع جھجول۔ چک ۲۰ بستی شادی۔ لیاقت پور۔ صادق آباد۔ اقبال آباد۔ خانپور۔ چک ۲۱۳ ۲۱۱ پی۔ چک ۱۰ ای۔ چک ۶۵ پی۔ چک ۷۸ اے۔ عباسیہ۔ چک ۳۲ این پی شرقی۔ چک ۱۶۷ این پی ناصر آباد

ضلع تھرپارکر۔ چک ۲۷۰ الف کا چھیلو۔ کنری شہر۔ گوٹھ فضل آباد۔ گوٹھ سیٹھ عزیز۔ گوٹھ علم دین۔ گوٹھ احمدیہ۔ گوٹھ بستی نور پور۔ گوٹھ چوہدری غلام نبی۔ نصرت آباد اسٹیٹ۔ محمد آباد اسٹیٹ۔ ناصر آباد اسٹیٹ۔ نفیس نگر فارم۔ نور نگر فارم۔ لطیف نگر فارم مصطفےٰ فارم۔ محمود آباد فارم۔ شریف آباد۔ کنری۔ پھیرو چیچی۔ نگر پارکر۔ صادق پور۔ ضلع کراچی۔ حیدر کراچی۔ مارٹن روڈ۔ ڈرگ روڈ ملیر۔ کورنگی۔ لانڈھی۔ سوسائٹی۔ ناظم آباد۔ عزیز آباد۔ اورنگی ٹاؤن۔ گلشن اقبال۔ سٹیل ٹاؤن۔

★۔ قیادت ضلع قصور کا سالانہ اجتماع ۳، ۴ اکتوبر کو جوڑہ کے مقام پر ہوا۔ مرکز سے مکرم سید احمد علی شاہ صاحب اور مکرم عبدالسمیع خاں صاحب نے شرکت کی۔ اختتامی اجلاس میں مکرم چوہدری انور حسین صاحب امیر ضلع شیخوپورہ نے خطاب کیا۔ مکرم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اختتامی خطاب فرمایا اور دعا کرائی۔

★۔ مجلس خدام الاحمدیہ صدر کراچی کا اجتماع ۱۰، ۱۱ ستمبر کو منعقد ہوا۔ کثرت سے خدام نے شرکت کی۔

★۔ مجلس دارالذکر لاہور کا اجتماع یکم نومبر ۸۵ کو منعقد ہوا۔ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے انعامات تقسیم کئے اور اختتامی خطاب فرمایا۔

★۔ مجلس ربوہ۔ کے زیر اہتمام ستمبر ۸۵ میں فٹ بال اور کبڈی ٹورنامنٹ منعقد ہوا۔ محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے اختتامی تقریب میں انعامات تقسیم کئے اور خطاب فرمایا۔ مجلس ربوہ کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات ۳۱ اکتوبر ۸۵ء کو منعقد ہوئی۔ مکرم سید خالد احمد شاہ صاحب مہتمم مقامی نے انعامات تقسیم کئے۔ اور خطاب فرمایا۔ سالانہ کارکردگی کے لحاظ سے مجلس دارالرحمت غربی اوّل قرار پائی اور بلاکس کے مقابلہ میں صدر بلاک ب نے اوّل پوزیشن حاصل کی۔

★ مجلس راولپنڈی۔ نے ۱۱ ستمبر کو پکنک منائی۔

کھلے جو آنکھ تو لوگ اسکو خواب کہتے ہیں
ہو عقل اندھی تو اس کو شباب کہتے ہیں
وہ عمر جس میں کہ پاتی ہے عقل نور و جلا
تم اسکو شیب کہو ہم شباب کہتے ہیں

کلام محمود

الٰہی فضل سے دل شاد کر دے
بنائے رنج و غم برباد کر دے
گرفتارِ بلا ہوں اپنے ہاتھوں
بڑھا دستِ کرم آزاد کر دے

(درعدن)

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بقاپوری رفیق حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:

جس سال حضرت مولانا نور الدین صاحب امام جماعت احمدیہ نے رمضان شریف میں سارے قرآن شریف کا درس دینا تھا۔ تو اس کے متعلق جماعتوں میں اطلاع کر دی گئی۔ میں ان دنوں چک ۹۸ شمالی میں مقیم تھا۔ اس سال نیا بندوبست شروع تھا اور والد صاحب مرحوم و مغفور اسی سال وفات پا گئے تھے۔

بندوبست والوں نے میرے بھائیوں کو اطلاع دے دی کہ فلاں تاریخ تک تمام بھائی آکر اپنے نام اندراج کرا لو۔ ورنہ دوسرے سال پر کام جا پڑے گا۔ میں نے اپنے بھائیوں کو تسلی دی ہوئی تھی کہ میں اس تاریخ تک آ جاؤں گا۔ لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ رمضان شریف میں درس قرآن شروع ہونے والا ہے اور وہ تاریخ ۲۷ یا ۲۸ شعبان کی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر میں قادیان جاتے ہوئے پرسوں بقاپور جاؤں تو ایک دن جانے کا اور ایک دن وہاں رہنے کا اور ایک دن پھر واپس آنے کا۔ تین دن لگ جائیں گے اور میں تین سپارے درس نہیں سن سکوں گا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ تو نے جو میرے دل میں اپنی اور اپنے کلام پاک قرآن شریف کی محبت ڈالی ہوئی ہے۔ اس کی برکت سے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ میں سیدھا قادیان میں جاؤں خواہ میری زمین کا اندراج میرے نام ہو یا نہ ہو اور اسی مضمون کا خط بھی میں نے اپنے بھائیوں کو بھیج دیا اور وہ یہ ہے: "میرے دیندار احمدی مخلص بھائیو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

"میں مقررہ تاریخ پر اندراج زمین کے لیے نہیں آ سکتا کیونکہ میں سیدھا قادیان جا رہا ہوں تاکہ رمضان کے درس قرآن میں شامل ہو سکوں۔ رمضان شریف کے بعد سرگودہا واپس جاتے ہوئے آپ کے پاس آؤں گا۔ اس طرح سے خواہ میری زمین رہے یا نہ رہے والسلام"

جب میں واپسی پر بقاپور گیا تو میرے ہر دو بھائیوں نے کہا کہ جب ہم نے تحصیلدار صاحب بندوبست کو آپ کا خط دکھایا (وہ صاحب غیر احمدی تھے اور قاضی کہلاتے تھے) تو ان کے آنسو نکل آئے اور کہنے لگے کہ ایمان اور قرآن سے عشق تو ایسے شخصوں کا ہے۔ ایسے ہی لوگ زیارت کے لائق ہیں اور کہا تم تسلی رکھو میں تمہاری مسل دبا چھوڑتا ہوں اور جس دن وہ آئیں گے میں تینوں کو مہتمم صاحب بندوبست کے پیش کر دوں گا۔ سچ ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔

Monthly **KHALID** RABWAH

Regd. No. L5830 EDITOR ABDUL SAMEE KHAN

NOVEMBER 1985

ظفراللہ خان نمبر

ادارہ خالد عنقریب حضرت چوہدری سر محمد ظفراللہ خان صاحب کی ۹۳ سالہ کامیابیوں و کامرانیوں سے معمور زندگی کی حسین یادوں پر مشتمل اور دلکش نادر تصاویر سے مزین ایک خاص نمبر شائع کرنے کا اہتمام کر رہا ہے

اس موقع پر ادارہ کو احباب جماعت کے ان مضامین کا شدت سے انتظار ہے جو حضرت چوہدری صاحب کی انمٹ یادوں سے معمور ہوں۔ ایسے احباب جن کو حضرت چوہدری صاحب سے ملاقات کا موقعہ ملا یا چوہدری صاحب سے متعلق کوئی واقعہ ان کے قلب و نظر نے محفوظ رکھا وہ جلد سے جلد ایسے واقعات قلمبند کر کے ادارہ کے نام ارسال کریں ہم انشاء اللہ العزیز اس خاص نمبر میں ان تحریرات کو جگہ دیں گے (مینیجر ماہنامہ خالد ربوہ)